TAHRIK WAQF-E-NAU

مریم

واقفاتِ نو کے لئے علمی اور تربیتی رسالہ

شمارہ نمبر 40

اکتوبر۔دسمبر 2025

لنگر خانہ کا اجراء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دستر خوان سے

مغربی ممالک میں حقوقِ نسواں کے حوالے سے مبہم

اسلام اور تاریخ کے تناظر میں عورتوں کے حقوق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سکاٹ لینڈ کی واقفاتِ نَو کی ملاقات

مورخہ 23 جون 2024

بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ

مریم

ایڈیٹر
شمیم اختر گیانی

مینیجر
حافظ مخدوم شریف

پرنٹر و پبلشر
کے طارق احمد

ڈیزائننگ وسیٹنگ
نورالدین نوری
سیدعبدالهادی

Office Guldasta Waqf-e-nau
Mohalla Ahmadiyya Qadian
Distt. Gurdaspur - 143516
Punjab, India
Printed at
Fazl-e-Umar Printing Press
Harchowal Rd, Qadian Distt.
Gurdaspur - 143516
Punjab, India
Contact
1872-500970
9915557537
Email
waqfenau@Qadian.in

اداریہ

مغربی دنیا جسے طویل عرصے سے ترقی، انصاف اور مساوات کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے، وہاں گزشتہ چند برسوں کے دوران خواتین کے خلاف عدم مساوات اور ناانصافی کے ایک نئے اور تشویشناک رجحان نے سر اٹھایا ہے۔ کام کی جگہوں پر امتیازی سلوک، تنخواہوں میں بڑھتا ہوا فرق، آن لائن ہراسانی اور عوامی سطح پر عورت دشمنی کے بڑھتے ہوئے واقعات اس حقیقت کو بے نقاب کرتے ہیں کہ صنفی مساوات کا خواب اب بھی ادھورا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اس دور میں ایک احمدی عورت کو فخر کرنا چاہیے کہ اسے آج نہیں بلکہ چودہ سو سال قبل ہی اسلام کے ذریعہ یہ تمام حقوق اور آزادی مل چکی ہے۔ وہ کسی مرد کی محتاج نہیں جو اسے یہ حقوق دلوائے بلکہ خود خدا تعالیٰ نے اسے حقیقی آزادی، انصاف اور مساوات سے نوازا۔۔۔ خدا تعالیٰ نے جہاں عورتوں کو حقوق سے نوازا وہاں اُن پر بعض ذمہ داریاں بھی ڈالی ہیں جس کے مطابق آپ کو اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ اگر آپ ایسا کریں تو ہی خدا تعالیٰ کے انعامات کی وارث بن سکتی ہیں۔۔۔ اسلام عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید نہیں کرتا بلکہ پردہ میں رہ کر تمام ترقیات کے حصول کی تاکید کرتا ہے۔۔۔ جوان لڑکیوں کو میں کہوں گا کہ بڑی ہوتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کریں، اپنی نمازوں کی حفاظت کریں اسی طرح سے آپ پہلے دور میں اسلام کی خواتین کی طرح آسمان روحانیت پر چمک سکیں گی۔“

(خطاب اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے، 27 ستمبر 2025)

اسلام نے درحقیقت بنی نوعِ انسان کے لیے بہترین ضابطۂ اخلاق مقرر فرمایا ہے تاکہ ہم ایک منصفانہ اور ہم آہنگ معاشرے میں زندگی بسر کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں بطورِ واقفۂ نو پوری کریں اور معاشرے میں حقیقی مساوات اور امن کی علمبردار بنیں۔ اِنشاء اللہ۔ آمین

مریم میگزین کے اس شمارہ میں ہم نے ”حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ساتھ سکاٹ لینڈ کی واقفاتِ نَو کی ملاقات“، ”اسلام اور تاریخ کے تناظر میں عورتوں کے حقوق“ اور ”لنگر خانہ کا اجراء“ جیسے دلچسپ مضامین تیار کئے ہیں۔ امید ہے انشاء اللہ آپ کو پسند آئیں گے۔

اپنی تجاویز اور مضامین ہمیں بھجوائیں۔ اس پتہ پر ای میل کریں:

Email: waqfenau@qadian.in

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

اکتوبر تا دسمبر 2025 شمارہ نمبر 40

3 قرآنِ مجید

4 حدیث النبی ﷺ

5 اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

6 خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
از شہلا عیاض مبشرہ

8 ایک الٰہی اشارہ

10 اسلام اور تاریخ کے تناظر میں عورتوں کے حقوق
از ہانیہ سلیم

14 عورت کا تقدّس

16 حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ساتھ
سکاٹ لینڈ کی واقفاتِ نَو کی ملاقات

24 نظم: خدایا مرے مالکِ کُل جہاں

25 غیر ارضی مخلوق کی تلاش،
سائنسی تحقیق اور قرآنی رہنمائی
از امتہ الحیٔ

28 ذہانت آزمایئے

32 لنگر خانہ کا اجراء
از سدرہ خان، آسٹریا

36 نئے سال سے فائدہ اُٹھاؤ

38 کہانی: پتھر کا سُوپ

41 مہمان نوازی

42 نیا سال بہتر مَیں:
نئے سال کے آداب از نصاب وقفِ نو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن مجید

وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝ رَبَّنَا وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ۝ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

(سورۃ البقرۃ:128-130)

ترجمہ: اور جب ابراہیم اُس خاص گھر کی بنیادوں کو اُستوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ اور اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے دو فرمانبردار بندے بنادے اور ہماری ذریّت میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار اُمّت (پیدا کر دے)۔ اور ہمیں اپنی عبادتوں اور قربانیوں کے طریق سکھا اور ہم پر توبہ قبول کرتے ہوئے جُھک جا۔ یقیناً تُو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اے ہمارے ربّ! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

(ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اچھے اخلاق سے بہتر کوئی عمل نہیں

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا مِنْ شَيْءٍ اَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ۔

(سنن أبي داود کتاب الادب باب فی حسن الخلق)

ترجمہ: ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا کے تول میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی۔

(چالیس جواہر پارے، صفحہ نمبر 130، حدیث نمبر 32)

اقتباس از تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مامور من اللہ کی باتیں توجہ سے سننے والے اور نہ سننے والے لوگ

”جب خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السّلام کو دنیا میں مامور کر کے بھیجتا ہے تو اس وقت دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اُن کی باتوں پر توجہ کرتے اور کان دھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اُسے پُورے غور سے سُنتے ہیں۔ یہ فریق وہ ہوتا ہے جو فائدہ اُٹھاتا ہے اور سچّی نیکی اور اُس کے برکات و ثمرات کو پالیتا ہے۔ دوسرا فریق وہ ہوتا ہے جو اُن کی باتوں کو توجہ اور غور سے سُننا تو ایک طرف رہا۔ اُن پر ہنسی کرتے اور اُن کو دُکھ دینے کے لئے منصوبے سوچتے اور کوششیں کرتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اس وقت بھی اسی قاعدہ کے موافق دو فریق تھے۔ ایک وہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی باتوں کو سُنا۔ اور پورے غور سے سُنا اور پھر آپ کی باتوں سے ایسے متاثر ہوئے۔ اور آپ پر ایسے فدا ہوئے کہ والدین اور اولاد، احبّاء اور اعزّہ غرض دنیا میں جو چیز انہیں عزیز ترین ہو سکتی تھی۔ اس پر آپ ﷺ کے وجود کو مقدم کر لیا۔“

(ملفوظات جلد 3، ایڈیشن مطبوعہ 1984 صفحہ 143)

خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری

(از شہلا عیاض مبشرہ، لندن)

خلافت سے تعلق اور محبت ہمارے والدین نے بچپن سے ہی ہمارے دل میں ڈالا ہوا تھا۔ ربوہ میں رہتے ہوئے اور وہیں پلتے بڑھتے ہوئے ہمیں کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ خلیفۂ وقت ہم سے بہت دور ہیں۔ ہمارے ابّا فضیل عیاض احمد صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ ہیں۔ وہ ہمیں ہمیشہ ہر مشکل وقت میں پیارے آقا کی خدمتِ اقدس میں دعائیہ خط لکھنے کا کہتے تھے اور ابھی بھی کہتے ہیں اور اسی طرح ہمارا ایک مضبوط تعلق پیارے آقا سے قائم ہو گیا تھا۔ اسی لئے جب میری شادی ہوئی اور حضور سے ملنے کا موقع ملا تو آپ کی شفقت حاصل کرنا میرے لئے کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ پیارے آقا ہماری شادی میں بھی شامل ہوئے اور بہت دعائیں دیں مجھ سے خاص شفقت کا اظہار کیا۔

میرے میاں مبارز محمود صاحب بھی خلافت کے ساتھ نہایت محبت اور پیار کا تعلق رکھتے ہیں۔ حضور سے بہت بار شفقت حاصل کر چکے ہیں۔ شادی کے پانچ سال بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کی خوشی سے نوازا لیکن کچھ عرصے بعد دسمبر 2019 میں میرا miscarriage ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے آگے کے لئے زیادہ امید نہیں دلائی۔

فروری 2020 میں ہماری ملاقات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی اور ہم نے پیارے آقا کی خدمت میں دعا کے لئے کہا۔ حضور انور نے ایک دوائی تجویز کی اور فرمایا **”اللہ فضل کرے گا“**۔ پیارے آقا کی دعا ہماری دعاؤں میں شامل ہو گئی۔

مسلسل دعاؤں اور حضور کو دعائیہ خطوط اور تجاویز کردہ دواؤں سے ایسا فضل ہوا کہ نومبر 2020 میں پیارے آقا کی دعاؤں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت پیاری بیٹی سے نوازا۔ پیارے آقا نے از راہ شفقت ہماری بیٹی کا نام **عظمیٰ محمود** رکھا اور اس کو وقفِ نو کی تنظیم میں بھی شامل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری بیٹی اب چار سال کی ہے اور پچھلے سال اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹے کی نعمت سے بھی نوازا ہے، جس کا نام پیارے آقا نے **حارث محمود** عطا فرمایا ہے۔ اور حارث بھی وقفِ نو کی مبارک تنظیم میں شامل ہے۔

آپ سب سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بچوں کی نیک تربیت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب واقفاتِ نو اور ہمارے بچوں کو نیک، صالح اور خلافت سے مضبوط تعلق رکھنے والا بنائے۔ آمین

ایک الٰہی اشارہ

حضور کی ایک پرانی رؤیا ہے جس میں آپ نے مسجد مبارک ربوہ میں مختلف انبیاء علیہم السلام کو دیکھا تھا۔ اسی رؤیا میں قادیان واپسی کا ذکر بھی تھا۔ حضور انور جب سفر قادیان سے واپس لندن تشریف لائے تو خاکسار نے آپ سے اس رؤیا کے بارہ میں ذکر کیا اور اسے قلمبند کر لینے کی درخواست کی۔ آپ نے از راہ شفقت اس عاجز کی درخواست کو قبول فرمایا اور یہ رؤیا بیان فرمائی۔ خاکسار نے حضور انور ہی کے الفاظ میں اسے قلم بند کیا۔ اس پر آپ نے اپنے قلم مبارک سے تصدیق بھی فرمائی۔ اس رؤیا کے تناظر میں جہاں آپ کے سفر قادیان کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے وہاں زیر نظر کتاب میں اِسے کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ یہ رؤیا آپ نے مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے کافی عرصہ پہلے دیکھی تھی۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ میں مسجد مبارک ربوہ میں جاتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک بہت بڑی تقریب ہو رہی ہے جس میں تمام انبیاء علیہم السلام شامل ہیں۔ مجھے طبعی طور پر آنحضرت ﷺ کی تلاش ہوتی ہے کہ ایسی عظیم الشان تقریب جس میں تمام انبیاءؑ جمع ہیں تو اس میں آنحضرت ﷺ بھی ضرور ہوں گے۔ چنانچہ میرے دل میں طبعی خواہش ہے کہ میں آپ ﷺ کو دیکھوں مگر مجھے بتایا جاتا ہے کہ اس دور میں آنحضرت ﷺ کی نمائندگی حضرت مسیح موعودؑ کر رہے ہیں، اس لئے آنحضرت ﷺ تشریف نہیں لائے۔ وہاں میں حیران ہوں کہ جماعت میں سے مجھے کیوں نمائندگی ملی ہے اور میرے علاوہ اور کسی کو نہیں ملی۔ پس میں حضرت مسیح موعودؑ کو تلاش کرنے لگتا ہوں اور ان انبیاءؑ سے بھی ملتا ہوں۔

یہ ایک بے حد خوشی کا ماحول ہے اور اس مجلس میں ایک عجیب شانِ دلربائی ہے کہ جو دنیا میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتی۔ سارے انبیاءؑ ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ جیسے خوشی کی تقریب میں ایک دوسرے سے ملا جاتا ہے۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کو تلاش کرتا ہوں اور کوئی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ مجھے مسجد مبارک کے مشرقی برآمدے کے بیرونی دَر کے قریب مل جاتے ہیں اور یہ محسوس کرکے کہ میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپؑ مشرقی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتے ہیں جس طرح نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتا ہے اور ہم حلقہ کی صورت میں سب حاضرین بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجد میں چونکہ انبیاء علیہم السلام ہی پھر رہے تھے اس لئے جو بھی حضرت مسیح موعود اللہ کے ارد گرد بیٹھے ہیں وہ غالباً ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ وہاں تشریف فرما ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپؑ سے خاص طور پر ایک سوال کرنے کے لئے آپؑ کو تلاش کر رہا تھا۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ:

قادیان واپسی کب ہو گی؟

تو حضرت مسیح موعودؑ بڑے لطف کے ساتھ جبکہ آپؑ کے چہرے پر خاص التفات کے آثار ہیں، فرماتے ہیں کہ ”یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس کی تیاری کے لئے تو ہے اور یہ سب انبیاءؑ اسی لئے تو جمع ہیں۔“ اور اس پر یہ رؤیا ختم ہو گئی۔

(از کتاب دورہ قادیان 1991 حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، مرتبہ ہادی علی چودھری صاحب۔ صفحہ 2،3)

اسلام اور تاریخ کے تناظر میں عورتوں کے حقوق

(از ہانیہ سلیم)

دنیا کے مختلف مذاہب نے اپنی مقبولیت برقرار رکھنے کے لیے اپنی تعلیمات کو وقت اور حالات کے مطابق بدلنے کی کوشش کی ہے اور ایسا ہونا ناگزیر بھی تھا کیونکہ موجودہ تمام مذاہب انسانی معاشرے کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جبکہ اسلام ایک فطری مذہب ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور جس نے انسان کی تمام صلاحیتوں اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی تعلیمات عطا کیں۔

مغربی ممالک میں حقوقِ نسواں کے حوالے سے مہم

بیسویں صدی کے آغاز میں، خصوصاً جنگِ عظیم اوّل کے بعد، مغربی ممالک میں حقوقِ نسواں کے حوالے سے ایک مہم اُبھری جس کا مقصد عورتوں کو گھروں سے باہر کام کرنے، ملکی انتخابات میں ووٹ دینے اور انسانی زندگی کے دیگر شعبہ جات میں مردوں کے مساوی درجہ حاصل کرنے کا موقع فراہم کرنا تھا۔ عورتوں کو جو حقوق آج حاصل ہیں، ان کا تصور اُس وقت مغربی معاشروں میں ممکن ہی نہ تھا۔ اگر تھوڑا سا تاریخی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں امریکہ میں صرف 20 فیصد عورتیں کسی نہ کسی قسم کی ملازمت میں مصروف تھیں، جبکہ آج تقریباً 70 فیصد خواتین عملی زندگی میں شامل ہیں۔ اسی طرح اگر صرف ووٹ کے حق کو دیکھا جائے تو برطانیہ میں 1918ء میں عورتوں کو پہلی مرتبہ ووٹ دینے کی اجازت ملی، وہ بھی چند شرائط کے ساتھ۔ یہاں تک کہ مردوں اور عورتوں کو ایک جیسے کام کے عوض برابر تنخواہ دینے کا قانون بھی صرف نصف صدی قبل منظور ہوا۔

ان تمام حقائق کا ذکر کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ مغربی دنیا میں عورتوں کے حقوق کے انقلاب کی تاریخ بتائی جائے، بلکہ اصل مقصد یہ سمجھنا ہے کہ یہ تبدیلی کیوں پیدا کی گئی۔ زیادہ تر حقوق جو عورتوں کو مغربی معاشروں میں حاصل ہوئے، وہ جنگِ عظیم اوّل اور جنگِ عظیم دوم کے بعد سامنے آئے۔ ان جنگوں میں لاکھوں مرد ہلاک ہوئے، فیکٹریوں اور دیگر صنعتوں میں افرادی قوت کی شدید کمی پیدا ہو گئی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ میدانِ عمل میں آئیں، اور بدلے میں انہیں معاشرتی حقوق دیے گئے۔ یہ چند نکات عورتوں کے حقوق کے حوالے سے صرف ایک جھلک ہیں، ورنہ مغرب نے عورتوں کو جو حقوق اب جا کر دیے ہیں وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اور عورتوں کے سالوں سال کے احتجاج کے بعد دیے ہیں۔ ان تمام حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ مغربی دنیا کو کسی طور سے بھی عورتوں کے حقوق کا حقیقی علمبردار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلام نے اس کے برعکس چودہ سو سال قبل ہی عورت کو وہ تمام بنیادی حقوق عطا کیے جو آج دنیا ترقی یافتہ ہونے کے بعد تسلیم کر رہی ہے۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق

اسلام نے عورت کو تعلیم حاصل کرنے، ملکیت رکھنے، وراثت پانے، مہر وصول کرنے، کاروبار کرنے اور اپنی مرضی سے نکاح کرنے کے حقوق عطا کیے۔ اسی طرح قرآنِ کریم نے عورت کو معاشرتی عزت، روحانی برابری اور قانونی تحفظ فراہم کیا۔ اسلام کے نزدیک عورت اور مرد دونوں خدا کے حضور برابر ہیں، صرف تقویٰ اور نیکی میں برتری ممکن ہے۔ یہی وہ اعلیٰ تصورِ مساوات ہے جس نے اسلام کو ہر دور میں عورت کے حقیقی محافظ کے طور پر ممتاز کیا ہے، جب کہ

مغرب آج بھی اس توازن کو عملاً حاصل کرنے سے قاصر ہے۔ یہ حقوق اسلام نے کسی احتجاج یا ملکی برتری کے قائم رکھنے کے عوض میں نہیں دیے بلکہ فطرت انسانی کو سمجھتے ہوئے، انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دیے ہیں۔ اس مضمون میں میں عورتوں کے حقوق کے حوالہ سے ایک تقابلی جائزہ پیش کروں گی تاکہ پڑھنے والوں کے ذہنوں اور دلوں میں اسلام کی خوبصورت تعلیم گھر کر جائے اور زندگی کے کسی موڑ پر راہنمائی کی ضرورت ہو تو وہ اسلام کی طرف اپنا رخ کریں اور اس خزانہ سے اپنے آپ کو لبریز کریں۔ انشاء اللہ

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ کی آیت 229 میں فرماتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے۔

اس آیت میں ایک سنہری اصول اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ جہاں تک حقوق کا تعلق ہے تو عورت اور مرد برابر ہیں۔ مغربی ممالک کی خواتین آج تک اس اصول کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں لیکن یہ حق اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورت کو دے دیا تھا جس کا تصور نہ اس وقت کوئی کر سکتا تھا اور نہ ہی آج تک اسے حاصل کر سکا۔

عورتوں کا وراثت میں حصہ

انیسویں صدی کے آخر تک برطانوی قانون کے تحت شادی شدہ عورت کو جائیداد یا مال و دولت پر کوئی آزادانہ حق حاصل نہیں تھا۔ شادی کے بعد عورت اپنی ملکیت سے مکمل طور پر دستبردار ہو جاتی تھی اور اس کے تمام اثاثے، کمائی اور وراثتی حقوق شوہر کی ملکیت قرار پاتے تھے۔ کئی دہائیوں تک مختلف خواتین تنظیموں کی طویل جدوجہد کے بعد 1870 Married Women's Property Act منظور ہوا، جس کے تحت عورت کو اپنی کمائی کو اپنی ذاتی ملکیت کے طور پر رکھنے کا حق دیا گیا۔ مزید جدوجہد کے نتیجے میں 1882ء میں یہ قانون وسعت اختیار کر گیا اور شادی شدہ عورتوں کو اپنی تمام جائیداد پر مکمل ذاتی اختیار حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد 1922 Law of Property Act کے تحت میاں بیوی کو ایک دوسرے کی جائیداد میں وراثت کا برابر حق دیا گیا اور بچوں کی غیر منقولہ جائیداد کے سلسلے میں بھی مساوی حقوق تسلیم کیے گئے۔ بالآخر 1926ء میں یہ قانونی طور پر تسلیم کر لیا گیا کہ عورت جائیداد کو مردوں کی طرح اپنے نام پر رکھ سکتی ہے، اسے فروخت کر سکتی ہے یا وراثت کے طور پر منتقل کر سکتی ہے۔

اس کے مقابل پر اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دیا ہے۔ اسلام میں بطور بیٹی، بیوی اور بیوہ ہونے کی صورت میں اپنے والد اور خاوند کی جائیداد میں حصہ دیا جاتا ہے۔ اگر عورت کوئی ملازمت کرے تو اس کی کمائی میں مرد کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ وراثت میں حاصل کردہ جائیداد کی وہ اکیلی مالک ہے اور اسی طرح اپنی زندگی میں بنائی گئی جائیداد کی بھی وہ وارث ہے وہ اس کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتی ہے۔ یہ ہے اسلامی درخشندہ تعلیم جس نے عورت کو مالی تحفظ عطا کیا ہے۔

عورتوں کا تعلیم حاصل کرنے کا حق

1840ء کی دہائی میں یہ احساس بڑھنے لگا کہ چونکہ عورتیں بچوں کی پہلی معلمہ ہوتی ہیں، اس لیے اُن کی بہتر تعلیم ضروری ہے۔ اس کے باوجود تعلیم کے دروازے مردوں کے ہاتھ میں تھے اور 1864ء تک انگلینڈ اور ویلز میں لڑکیوں کے صرف بارہ سرکاری سیکنڈری اسکول قائم ہو سکے۔ انہی ابتدائی کوششوں نے بالآخر 1860ء کی دہائی میں ٹانٹن کمیشن کی اس رپورٹ کی تائید کی کہ مرد اور عورت ذہنی صلاحیتوں میں برابر ہیں۔ اسلام نے تاہم چودہ سو سال قبل ہی

یہ اصول قائم کر دیا تھا کہ علم کا حصول مرد و عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ)

یوں جب مغرب عورت کے لیے تعلیم کے دروازے کھولنے پر بحث کر رہا تھا، اسلام پہلے ہی عورت کو علم، عقل اور تربیت کا مرکز قرار دے چکا تھا۔

1875ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی میں اٹھارہ سال سے زائد عمر کی طالبات کو اعلیٰ درجے کے امتحانات میں شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ اسی طرح گو کہ کیمبرج میں خواتین کے پہلے دو کالج، گرٹن اور نیونہم 1869ء اور 1871ء میں قائم کیے گئے تھے، لیکن خواتین کو ڈگری لینے کے لیے یونیورسٹی تک رسائی سے محروم رکھا گیا تھا۔ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ دنیا کی صفِ اوّل کی یونیورسٹی کیمبرج یونیورسٹی نے 1940ء کی دہائی کے آخر تک خواتین کو ڈگریاں نہیں دی تھیں۔

اس کے مقابل پر اسلام نے جتنا مرد کی تعلیم پر زور دیا ہے اتنا ہی عورت کی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کی ہے۔

عورت کو نکاح اور طلاق (خلع) کا حق

اسلام نے عورت کو وہ عزت، مقام اور آزادی دی ہے جو کسی اور مذہب یا معاشرتی نظام نے نہیں دی۔ جہاں جاہلیت کے زمانے میں عورت کو محض ایک متاعِ تجارت سمجھا جاتا تھا، وہاں اسلام نے اسے انسانی وقار، قانونی حیثیت اور ازدواجی فیصلوں میں اختیار عطا فرمایا۔ اسلام کے عادلانہ نظام میں نکاح کے لیے عورت اور مرد دونوں کی رضامندی لازمی ہے اور عورت کی مرضی کو قرآن کریم نے بنیادی حیثیت دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ

پس تم انہیں مت روکو کہ وہ اپنے (پسند کے) شوہروں سے نکاح کریں۔ (سورۃ البقرہ، 233)

یہ آیت واضح اعلان ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ عورت کو زبردستی کسی نکاح پر مجبور کرے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

”بیوہ عورت سے نکاح کے بارے میں اجازت لی جائے، اور کنواری سے بھی اجازت لی جائے، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔“
(صحیح البخاری، حدیث نمبر 5136)

یہ تعلیمات بتاتی ہیں کہ عورت اپنے نکاح میں خود فیصلہ کرنے کی اہل ہے اور اسلام نے اس کی رضامندی کو لازمی قرار دیا ہے۔

اسی طرح اسلام میں عورتوں کو خلع لینے کا حق حاصل ہے جبکہ یہ حق مغربی عورت کو بہت دیر بعد ملا۔ 1857ء سے قبل برطانیہ میں عام لوگوں کے لیے طلاق حاصل کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ طلاق صرف پارلیمنٹ کے Private Act کے ذریعے دی جاسکتی تھی، جو نہایت مہنگا عمل تھا جس کے باعث یہ حق صرف امیر طبقے تک محدود تھا۔ Matrimonial Causes Act 1857 نے پہلی بار عام مرد و عورت کو عدالت کے ذریعے طلاق حاصل کرنے کا حق دیا۔ تاہم اس قانون کے تحت بھی عورت کے لیے طلاق حاصل کرنا آسان نہ تھا کیونکہ اسے صرف شوہر کی بے وفائی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ظلم، زیادتی یا بدکاری جیسے دیگر سنگین الزامات بھی ثابت کرنا پڑتے تھے۔ Matrimonial Causes Act1937 برطانیہ میں عورتوں کے ازدواجی حقوق کے حوالے سے ایک تاریخی سنگِ میل ثابت ہوا۔ اس قانون کے تحت پہلی بار ظلم وزیادتی، شوہر کا چھوڑ دینا اور ناقابلِ علاج ذہنی بیماری جیسے عوامل کو طلاق کے قانونی جواز کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ یہ عورتوں کے لیے ایک اہم قدم تھا کیونکہ اس

نے ازدواجی مظالم سے نکلنے کا عملی راستہ فراہم کیا۔ جب کہ اسلام نے کئی صدیوں پہلے ہی عورت کو انہی بنیادوں پر خلع کے ذریعے علیحدگی کا پورا حق عطا کر دیا تھا۔

اسلام عورت کو عزت، مقام اور تحفظ عطا کرنے والا دین ہے

عورتوں کے حقوق کے حوالہ سے جو اسلامی تعلیمات اوپر بیان کی گئی ہیں وہ دراصل ایک چھوٹی سی جھلک ہیں۔ اسلام نے عورت کی فطرت اور معاشرتی کردار کو گہرائی سے سمجھتے ہوئے اس کے حقوق اور ذمہ داریاں متعین کی ہیں۔ ان تعلیمات سے یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام نے عورت کو جو عزت، مقام اور تحفظ عطا کیا ہے، وہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب، معاشرے یا تہذیب نے نہیں دیا۔ اسلام کی آمد کے ساتھ عورت کو ایک نئی پہچان اور وقار نصیب ہوا، وہ مقام جو اسے نہ کسی تحریک کے نتیجے میں ملا، نہ سڑکوں پر احتجاج کے ذریعے، بلکہ خود خدا تعالیٰ نے اپنے دینِ اسلام کے ذریعہ اسے عطا فرمایا۔

حضور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج مغربی دنیا میں کثرت سے عورتوں کی آزادی اور ان کے حقوق کے حوالے سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ جہاں اس معاشرے میں عورتوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا وہاں اب عورتیں اپنے حقوق مانگنے لگ گئی ہیں۔۔۔ اس دور میں ایک احمدی عورت کو فخر کرنا چاہیے کہ اُسے آج نہیں بلکہ چودہ سو سال قبل ہی اسلام کے ذریعہ یہ تمام حقوق اور آزادی مل چکی ہے۔ وہ کسی مرد کی محتاج نہیں جو اسے یہ حقوق دلوائے بلکہ خود خدا تعالیٰ نے اسے حقیقی آزادی، انصاف اور مساوات سے نوازا۔“

(خطاب بر موقع سالانہ نیشنل اجتماع 2025ء لجنہ اماء اللہ برطانیہ)

اسلام کی طرف سے عورتوں کے حقوق ملنے پر شکر گزاری کا صحیح طریقہ

اسلام نے بحیثیت عورت ہمیں جو بلند مقام اور حقوق عطا کیے ہیں اُن پر حقیقی شکر گزاری کا اظہار ہم کس طرح کر سکتی ہیں؟ اس بارے میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس، ہر عورت، ہر احمدی عورت ہمیشہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کے لیے ہم نے قرآنِ کریم کی تعلیم کو اپنے پر لاگو کرنا ہے، اپنے گھروں میں رائج کرنا ہے، اپنی نسلوں میں جاری رکھنا ہے۔ اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ تاکہ اپنے حقوق جاننے کے بعد اُن فرائض کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ پیدا ہو جو قرآن اور اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ پس آج ایک عزم کے ساتھ، ایک عہد کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حقوق قائم کر کے جو ہم پر احسان فرمایا ہے اور خلافت کے انعام سے ہمیں نوازا ہے، ہمارے سے ہمدردی رکھنے والا اور ہمارے حقوق کے قائم کرنے کی کوشش کرنے والا ایک ذریعہ ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہم اس انعام کے شکرانے کے طور پر اپنا سب کچھ اسلام اور احمدیت کے راستے میں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ عہد کریں کہ اپنے بچوں کو بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی چلی جائیں گی۔ اپنے میں اور اپنے بچوں میں خلافت سے تعلق اور وفا میں بڑھتی چلی جائیں گی اور اپنی نسلوں میں اس وفا کی ایسی آگ لگائیں گی جس سے قیامت تک وہ اخلاص و وفا کے نمونے دکھلاتی چلی جائیں۔ تاکہ تمام دنیا پر اس اکائی کی وجہ سے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حکومت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین“

(مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 26 جولائی 2008)

ہمیشہ یاد رکھیں کہ عورت کا ایک تقدّس ہے، اس تقدّس کو قائم رکھنا ہے

دورۂ جرمنی کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ 15 سال سے زائد عمر کی واقفاتِ نَو بچیوں کی کلاس منعقد ہوئی جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے واقفاتِ نَو بچیوں کو قیمتی نصائح سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خاص طور پر پردے کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ یہ صرف عورتوں کو، لڑکیوں کو، بچیوں کو بعض دفعہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ صرف پردہ کا حکم ہمیں کیوں دیا گیا ہے۔ مَردوں کو بھی کوئی حکم ہونا چاہئے پردے کا۔ **حالانکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم دیا ہے وہاں نظریں نیچی رکھنے کا پہلے حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو تا کہ تمہاری حیا ٹپکے۔** اس سے پہلی آیت میں مَردوں کے لئے حکم دیا ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو۔ بلاوجہ یونہی دائیں بائیں دیکھتے نہ جاؤ۔ ہر ایک عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔ **پہلے مرد کو حکم ہے پھر عورت کو حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھے اور اپنی زینت ظاہر نہ کرے۔ پھر آگے اس کی تفصیل ہے کہ اپنے سروں کو ڈھانکو۔ اپنے جو جسم کے اعضاء ہیں ایسے جنہیں پردے کی ضرورت ہے، جن کو مَردوں سے چھپانے کی ضرورت ہے ان کو چھپاؤ۔** باہر ایسی زینت ظاہر نہ کرو جو تم اپنے ماں باپ، بھائی اور سگے رشتہ داروں کو دکھاتی ہو۔ تو باپ اور بھائی اور سگے رشتہ داروں میں چہرہ ہی ننگا ہوتا ہے ناں باقی ننگ تو ظاہر نہیں ہو رہا ہوتا۔ ہاتھ نظر آرہے ہوتے ہیں۔ یا سر پہ دوپٹہ نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ چہرہ بھی نظر آرہا ہوتا ہے لیکن انسان باقی جسم مکمل طور پر باپ بھائی وغیرہ کے سامنے نہیں کرتا۔ ہر عقلمند انسان ایسا کرتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جب باہر نکلو تو اس سے بڑھ کر تمہارا پردہ ہونا چاہئے۔ یہ حکم ہے"۔

واقفاتِ نَو کو نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"واقفاتِ نَو جو ہیں ان کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اپنے ہر معاملے میں رول ماڈل بنیں۔ ایک نمونہ بننا ہے۔ اس لئے اس معاشرے میں جہاں پردے کا بڑا شور ہوتا ہے پردے کو بھی جاری رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ حیا کا پہلو بھی ہو۔ صرف حجاب لینے سے پردہ نہیں ہو جاتا۔ جب تک حیا نہیں ہو گی عورت، مرد، لڑکے، لڑکی کے آپس کے میل جول میں علیحدگی نہیں ہو گی۔ ایک بیریئر (barrier) ہونا چاہئے۔ کسی کو جرأت نہ ہو کہ غلط نظر ڈالے کسی لڑکی پر اور واقفاتِ نو کے نمونے جو ہوں گے تو آئندہ دوسروں کی اصلاح کا باعث بننے والے ہوں گے۔ پس ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ آپ کا پردہ قرآنی حکم کے مطابق ہونا چاہئے کہ جب وہ باہر نکلے تو کسی قسم کی زینت اور حسن عورت کا لڑکی کا دوسروں کو نظر نہ آتا ہو۔ **سر ڈھکا ہو، بالوں کا پردہ ہے، چہرے کا پردہ ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ناک بند کر کے ہی چلنا ہے۔ اگر میک اپ نہیں کیا ہوا، ٹھوڑی، ماتھا، اور بالوں کا جو پردہ ہے وہ ٹھیک ہے لیکن اگر میک اَپ کیا ہوا ہے تو بہر حال چہرہ چھپانا ہو گا۔** پھر اگلے معیار بڑھتے ہیں جو بعض لڑکیاں پاکستان سے آتی ہیں وہاں نقاب اور برقع پہن کر آتی ہیں یہاں آ کر سکارف لینے لگ جاتی ہیں۔ تو وہ غلط ہے۔ **ایک اچھا معیار جو پردے کا اختیار کیا ہے تو اس کو قائم رکھنا چاہئے۔ اچھائی سے برائی کی طرف، نیچے نہیں آنا چاہئے، معیار اوپر جانا چاہئے۔** افریقہ کا ابھی پروگرام ہو رہا تھا لڑکوں میں۔ وہاں اگر مسلمان ہوتی ہیں Pagans میں سے، لامذہبوں میں

سے، عیسائیوں میں سے، تو ان کے پردے کا معیار بالکل نہیں ہے لیکن جب پردہ کرتی ہیں تو ان کے لئے لباس پہن لینا اور اپنے آپ کو ڈھانک لینا ہی بہت بڑا پردہ ہے۔ ان میں سے بعض جب ترقی کرتی ہیں روحانی لحاظ سے تو برقع بھی پہنتی ہیں۔ تو ایک اچھی مومنہ کا جو لیول ہے اوپر جانا چاہئے۔ **واقفاتِ نو کو ہمیشہ یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ نمونہ ہیں دوسروں کے لئے۔ آپ لوگوں کو دوسری بچیاں دوسری عورتیں دیکھتی ہیں۔** اگر آپ کے نمونے قائم نہیں ہوں گے تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اب یہ جو کہتے ہیں جینز پہن لیتی ہیں عہدیدار یا عہدیداروں کی بچیاں اور یہ اور وہ۔ اگر آپ میں سے کوئی جینز skinny جینز پہن لیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا لباس یعنی جینز پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن کوئی بھی ایسا لباس جس سے جسم کے حصّے یا اعضاء ظاہر ہوتے ہوں، تنگ لباس ہو وہ منع ہے۔ ہندوستان میں رواج ہے تنگ پاجامہ پہننے کا، لیکن جب باہر نکلتے ہیں تو برقع ہوتا ہے، لمبا کوٹ ہوتا ہے یا چادر ایسی ہونی چاہئے جس نے کم از کم گھٹنوں تک لپیٹا ہو۔ جینز اگر پہن لی، اگر لمبی قمیص ہے تو کوئی حرج نہیں۔ **لیکن اگر جینز پہن کے چھوٹا بلاؤز ہے صرف سر پر حجاب لے کر باہر نکل آئی ہیں تو وہ بے فائدہ چیز ہے۔ کیونکہ سر کا پردہ تو آپ نے کر لیا جسم کا نہیں کیا اور حیا جو ہے وہ قائم رکھنا اصل مقصد ہے۔ حیا کے معیار بڑھنے چاہئیں۔ اصل چیز یہ ہے۔ عورت کا تقدّس اسی میں ہے۔**

بلکہ اب تو پچھلے دنوں ٹی وی پر ایک پروگرام غیروں کا آ رہا تھا مسلمانوں کا۔ کوئی عورتیں جو اب مسلمان ہوئیں ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ڈھانک کے زیادہ محفوظ محسوس کرتی ہیں۔ بلکہ ایک عیسائی انگریز عورت کا بھی اس میں بیان تھا کہ مرد جو پردے پردے کا شور مچاتے ہیں کہ ہم نے عورت کو آزادی دلوا دی۔ حالانکہ مسلمان نہیں تھی وہ عیسائی جرنلسٹ ہے اس نے کہا کہ پردہ دیکھ کے اور یہ ساری باتیں سن کے مَیں سمجھتی ہوں کہ مغرب میں پردہ چھڑایا جا رہا ہے۔ مَردوں نے اپنی عیاشی کے لئے، اپنی نظروں کی تسکین کے لئے چھڑایا ہے عورتوں کی آزادی کے لئے نہیں چھڑایا۔

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ عورت کا ایک تقدّس ہے، اس تقدّس کو قائم رکھنا ہے۔ اس تقدّس کو قائم رکھنے کی مثال واقفات نَو نے بننا ہے ہر بارہ میں ہر معاملے میں۔

کیونکہ پردہ آج کل ایشو ہے اس لئے مَیں نے اس کو چھیڑ دیا ہے۔ **ہر چیز میں، عبادتوں میں آپ کا معیار اچھا ہونا چاہئے۔ دوسرے احکامات میں معیار اچھا ہونا چاہئے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ جو سات سو حکم کی پابندی نہیں کرتا، یہاں تک لکھا ہے کہ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔** تو یہ تلاش کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ تاکہ جس جس ماحول میں رہ رہی ہیں مختلف جگہوں پر، اس جگہ پر باقی احمدی لڑکیوں کے لئے بھی، باقی احمدی عورتوں کے لئے بھی آپ کے نمونے قائم ہوں۔ یہ سوچیں اور اگر یہ ہو جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگ پھر انقلاب لانے والی بنیں گی۔“

(کلاس واقفاتِ نَو جرمنی 19 / جون 2011ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 / اگست 2011)

(از کتاب پردہ صفحہ نمبر 181-185)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ

سکاٹ لینڈ کی واقفاتِ نَو کی ملاقات

مورخہ 23؍جون 2024ء بمقام اسلام آباد (ٹلفورڈ)

مورخہ 23؍جون 2024ء کو امام جماعتِ احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ سکاٹ لینڈ کی واقفاتِ نَو کے ایک وفد کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز میں بالمشافہ ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، جنہوں نے خصوصی طور پر اس ملاقات میں شرکت کی غرض سے سکاٹ لینڈ سے برطانیہ کا سفر اختیار کیا۔

حضور انور جب ایم ٹی اے سٹوڈیوز میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے تمام شاملینِ مجلس کو السلام علیکم کہا۔

ملاقات کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآنِ کریم مع انگریزی ترجمہ، حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور نظم سے ہوا۔ اس کے بعد واقفاتِ نَو کو حضور انور سے مختلف نوعیت کے سوالات پوچھنے کا بھی موقع ملا۔

حضور انور کی خدمت میں پہلا سوال پیش کرنے کی سعادت ریجنل کوآرڈینیٹر (Coordinator) واقفاتِ نَو سکاٹ لینڈ کو حاصل ہوئی۔

موصوفہ نے راہنمائی طلب کی کہ کلاسز میں ہم ان واقفات کی حاضری کیسے بہتر کرسکتے ہیں جو شادی شدہ ہیں اور گھر کے کاموں اور بچوں کی وجہ سے کلاسز میں شامل نہیں ہو پاتیں؟

اس پر حضور انور نے معاونہ صدر برائے واقفات نو کی مثال پیش کرتے ہوئے نشاندہی فرمائی کہ یہ شادی شدہ اور تین بچوں کی ماں ہے، پھر بھی وقت نکال کر کلاسز کرواتی ہے۔ یہ تو ارادے کی بات ہے۔ اگر ارادہ ہو کہ ہم نے شامل ہونا اور وقت نکالنا ہے تو لوگ وقت نکال لیتے ہیں۔ اور اگر یہ ارادہ ہو کہ نہیں ہم بڑے مصروف ہیں، سستی طاری ہوگئی، بچے سنبھالنے پڑتے ہیں، تو یہ غلط ہے۔ کبھی کبھار بہت چھوٹے بچے ہوتے ہیں تو عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے رخصت لی جاسکتی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ مَیں ابھی نہیں آسکتی یا فلاں وقت نہیں آسکتی۔ لیکن اس بات کو عادت بنالینا کہ میرے بچے ہیں اس لیے مصروف ہوں اور مَیں نہیں آسکتی یہ درست نہیں۔

وقفِ نَو کیا ہے؟ جب وقف کیا ہے تو پھر اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر کام کرنا ہے۔ اگر آسانی ہوتی تو ہر ایک کیوں نہ وقف کر دیتا۔ وقف کرنے کا تو مطلب ہی یہی ہے کہ جب بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی خاطر یا جماعت کے کسی کام کے لیے بلایا جائے گا یا میری بہتری کے لیے کوئی جماعتی پروگرام ہو گا تو مجھے تکلیف بھی برداشت کرنی پڑی تو مَیں اس میں ضرور شامل ہوں گی۔

یہ تو ان لوگوں کو realize کروانے والی بات ہے کہ تم وقفِ نَو ہو، تمہاری ایک اہمیت ہے، تو تمہیں اپنا ٹائم اس طرح manage کرنا چاہیے کہ بچوں کو بھی وقت دو۔ ہاں کبھی کبھار اگر مجبوری ہو جاتی ہے تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

حضور انور نے مزید تلقین فرمائی کہ یہ تو مستقل کہنے کی بات ہے۔ اگر بچوں، لڑکیوں اور لڑکوں کی بھی تربیت بچپن سے ہی یہ ہو اور ان کو پتا ہو کہ بحیثیت وقفِ نَو ہماری کیا اہمیت اور ڈیوٹیز ہیں نیز جماعت کو ہم سے کیا expectations ہیں تو پھر ہی وہ یہ سب امور بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔ تو اس بات پر تربیت کی ضرورت ہے، تربیت کرتے رہو، مگر پیار سے، سختی سے نہیں۔

بعد ازاں ایک بارہ سالہ بچی نے حضور انور سے دریافت کیا کہ

فرض نماز کے بعد ہم تسبیح پڑھتے ہیں۔ اس حوالے سے تینتیس، تینتیس اور چونتیس کے اعداد میں کیا اہمیت اور حکمت ہے اور کیا وجہ ہے کہ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی بھی سورت نہیں پڑھی جاتی؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غریب صحابہؓ کا ایک گروہ آپؐ کے پاس تشریف لایا اور انہوں نے کہا کہ امیر لوگ ایسے ہیں جو ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہیں، وہ جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور چونکہ وہ امیر ہیں تو وہ اللہ کی راہ میں مال بھی خرچ کرتے ہیں، لیکن ہمارے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ ہم بھی بڑھ چڑھ کر مالی قربانی میں حصہ لیں۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں جس کے کرنے سے ایسا ہی ہو گا کہ گویا آپ نے بھی انہی کی طرح ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا ہو۔

آپؐ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد آپ اللہ اکبر چونتیس، الحمد للہ تینتیس اور سبحان اللہ تینتیس دفعہ پڑھیں۔ اس طرح سے ان اعداد کو جمع کر کے ایک سَو کا عدد بنتا ہے۔ یہ تعداد آپؐ نے انہیں اس وجہ سے بتائی کیونکہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کا نام سَو مرتبہ لوگے اور اس کی تسبیح کروگے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا خاص فضل کرے گا۔ اور ایسا نہیں ہے کہ آپ اس سے زیادہ تسبیح نہیں کر سکتے بلکہ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو اس سے زیادہ بھی کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ سارا دن ذکرِ الٰہی کیا کرو، اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد کیا کرو، لہٰذا کم وقت میں آپ اتنا تو کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ہر نماز کے بعد ایسا کریں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دن میں آپ نے پانچ سَو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح کی اور یہ کافی اچھی تعداد ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ اگر اس سے زیادہ بھی ہو تو ٹھیک ہے۔

سوال کے دوسرے حصے کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی اَور سورت نہ پڑھنے میں حکمت یہ ہے کہ یاد رہے کہ جو کام بھی ہم کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز اور سُنّتوں کے دوران پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے بعد قرآنِ پاک کی کوئی بھی اور آیت یا سُورت پڑھیں۔ مگر آخری دو رکعتوں میں ایسا کرنے کا حکم نہیں ہے۔ صرف سورۃ الفاتحہ پڑھیں، اس پر غور و فکر کریں، یہی کافی ہے۔ جو بھی کام ہم کرتے ہیں وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق ہوتا ہے اور یہی ہمیں سکھایا گیا ہے۔ بلکہ سورۃ الفاتحہ میں قرآنِ پاک میں مذکور تمام مضامین شامل ہیں، اسی لیے سورۃ الفاتحہ کے اتنے سارے نام رکھے گئے ہیں۔ قرآن پاک کی تعلیمات کا خلاصہ سورۃ الفاتحہ میں موجود ہے۔ اس لیے اگر صرف سورۃ الفاتحہ ہی ہے تو آپ تلاوت کرتے وقت اس کے مضامین پر غور کریں اور اس بات پر بھی کہ آپ دعائیں کیا مانگ رہے ہیں؟ اس حالت میں کہ آپ اس کی مدد، ہدایت اور فضل طلب کر رہے ہوں۔ مختصراً یہ کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق ہے، جس طرح سے انہوں نے کیا، ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔

اس کے بعد ایک آٹھ سالہ بچی نے بڑی معصومیت سے عرض کیا کہ مَیں فی الحال بایاں ہاتھ استعمال کرتی ہوں اور مجھے کاموں کے لیے اپنا دایاں ہاتھ استعمال کرنا مشکل لگتا ہے۔ دعا اور راہنمائی کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اس پر حضور انور نے کمال شفقت اور محبّت سے جواب دیتے ہوئے اس بچی کو سمجھایا کہ دیکھو! اگر آپ بایاں ہاتھ استعمال کرتی ہو تو کوئی بات نہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنا بایاں ہاتھ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس بات کی عادت ڈالو کہ کھانا کھاتے وقت اپنا دایاں ہاتھ استعمال کرو۔ اس کے علاوہ چونکہ آپ بایاں ہاتھ استعمال کرتی ہو تو ظاہری بات ہے بائیں ہاتھ سے لکھنے پر مجبور ہو، لیکن جب آپ کھانا کھاؤ تو کھانا کھانے کے لیے لازماً اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر کچھ عرصہ کوشش کرو تو پھر اللہ تعالیٰ بھی مدد کرے گا اور کم از کم کھانا کھاتے

وقت اپنا دایاں ہاتھ استعمال کیا کرو۔ ورنہ تو کوئی فرق نہیں پڑتا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح بنایا ہے، اس عادت کو چھوڑنا بہت مشکل ہے۔

ایک واقفۂ نو نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں بہتر اور اچھا پردہ کرنا چاہتی ہوں مگر اپنے دوستوں اور اساتذہ کے سامنے ایسا کرنے سے شرماتی ہوں، کیا حضور میری راہنمائی کر سکتے ہیں؟

حضور انور نے اس پر استفہامیہ انداز میں موصوفہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ خدا پر یقین رکھتی ہو، کیا آپ کے خیال میں یہ اللہ کا حکم ہے کہ آپ حیادار لباس پہنیں؟

اثبات میں جواب ملنے پر حضور انور نے اس ضمن میں تلقین فرمائی کہ یہ اللہ کا حکم ہے تو پھر آپ کو شرمانا نہیں چاہیے۔ پھر اپنے آپ کو تھوڑا پُرعزم بنانا ہو گا کہ جو بھی کرو گی اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق کرو گی۔ اور اس بارے میں شرم محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ دوسرے لوگ آپ کے بارے میں کیا کہیں گے۔

آپ وہ ہیں جس نے دنیا کی راہنمائی کرنی ہے۔ ہمیشہ یہ سوچو کہ مَیں ایک اچھی احمدی مسلم لڑکی ہوں اور میرا کام دنیا کی راہنمائی کرنا ہے اور لوگوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھائیں، لہٰذا اگر آپ شرما گئی تو راہنمائی کیسے کرو گی؟ آپ نے تو دنیا کی راہنمائی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اچھی تعلیم دے کر آپ پر اپنا فضل کیا ہے۔ لوگ جو کہنا چاہتے ہیں انہیں کہنے دو، اس کی پروا نہ کرو۔ اس بات پر پُرعزم رہو کہ اسلام کی تعلیمات کی پیروی کرنی ہے اور اس طرح اپنے آپ میں اعتماد پیدا کرو۔ شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر شرما گئی تو دنیا کی راہنمائی کون کرے گا؟ آپ نے تو دنیا کی راہنمائی کرنی ہے، آپ وہ وجود ہو جس کی لوگوں کو پیروی کرنی چاہیے۔ لیڈر جرأت مند ہونا چاہیے۔ جرأت مند بننے کی کوشش کرو۔

جواب کے آخر میں حضور انور نے ایک مرتبہ پھر اس نصیحت کا اعادہ فرمایا کہ کبھی مت شرمانا۔

پھر ایک بچی نے حضور انور کی خدمت میں عاجزانہ درخواست کی کہ کیا آپ از راہِ شفقت سکاٹ لینڈ کا دَورہ فرما سکتے ہیں؟ حضور انور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے پھر دعا کرو۔

ایک سوال کیا گیا کہ دیکھا گیا ہے کہ ہم بچوں اور والدین کی سوچ میں بعض امور میں اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً subject کی choice وغیرہ کے حوالے سے۔ ایک طرف والدین کے تجربے اور فرمانبرداری میں برکت ہے تو دوسری طرف بچوں کا ذہن دوسرے subject کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس حوالے سے راہنمائی طلب ہے کہ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ پڑھائی تم نے کرنی ہے کہ والدین نے؟ تم نے پڑھنا ہے تو جو تمہاری مرضی کا subject ہے تم وہ پڑھو۔ مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا پڑھیں؟ اگر تو وہ فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ، فورتھ choice لکھ دیں تو پھر مَیں کہہ دیتا ہوں کہ ان choices میں سے یہ choice میرے نزدیک بہتر ہے لیکن اس کے باوجود بھی جو تمہاری مرضی ہے تم وہ پڑھو۔

حضور انور نے کم علمی کی بنا پر والدین میں پائے جانے والے جذباتی

رجحانات کی روشنی میں سمجھایا کہ والدین کو تو پتا ہی نہیں ہے۔ اکثر لوگ جن کے بوڑھے والدین ہیں وہ تو پاکستان سے آئے ہوئے ہیں۔ جو یہاں پیدا ہوئے اور پڑھ لکھ گئے، انہوں نے بھی زیادہ سے زیادہ GCSE کیا ہے یا اے لیول کر لیا۔ یونیورسٹی پڑھنے والے تو بہت کم والدین ہیں۔

پاکستان سے آئے ہیں تو ایف اے، بی اے کر کے آئے ہیں، جہاں پڑھائی ہوتی ہی کوئی نہیں۔ اس لیے ان کی باتیں ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو تمہارا interest ہے، ان کو ان نئے subjects کا پتا ہی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں ایشین لوگوں کو صرف یہ پتا ہے کہ ایک میڈیسن پڑھ لو یا ٹیچنگ کر لو یا انجنیئرنگ کر لو۔ بس اس کے علاوہ کچھ نہیں پتا۔ ان کو پتا ہی نہیں کہ law کیا چیز ہے یا انفارمیشن ٹیکنالوجی ایک چیز ہے یا کامرس کیا چیز ہے، تو ان چیزوں کا تو ان کو پتا ہی نہیں ہے۔

اس لیے ان کو بتاؤ کہ میری دلچسپی فلاں subject میں ہے، مَیں اس کو پڑھوں گی اور اس میں بہتر جاب opportunities ہیں۔ اگر تو کوئی خاص انٹرسٹ نہیں ہے تو پھر یہ دیکھو کہ مارکیٹ میں جاب opportunities کیا ہیں، جو بہتر ہے اور جس subject میں تمہارا جنرل انٹرسٹ بھی ہے تو پھر اس طرف جاؤ جو بعد میں کام بھی آئے۔

لیکن سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ ایسی پڑھائی کرنی چاہیے جو تمہارے بچوں کے بھی کام آئے، ان کی تربیت میں بھی کام آئے اور ان کی تعلیم میں بھی کام آئے۔

اس چیز میں ماں باپ کی بات نہ ماننے میں کوئی ہرج نہیں ہے، کوئی ایسا شرعی مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی بُری بات ہے۔ کہو کہ میرا انٹرسٹ ہی نہیں ہے تو مَیں اس subject کو کس طرح پڑھوں؟ ماں باپ کے کہنے پر لوگ بعض چیزیں پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ان کو انٹرسٹ نہیں ہوتا، کچھ تھوڑی دیر جا کے بعد میں وہ پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں یا اس پڑھائی میں آگے صحیح طرح نہیں چل پاتے۔ ہاں اگر اپنا انٹرسٹ ہے تو پھر ٹھیک ہے اس مجوزہ subject میں پڑھائی کرو، باقی یہ کوئی ماں باپ کی نافرمانی نہیں ہے، بے شک اپنے انٹرسٹ کے مطابق پڑھائی کرو۔

ایک لجنہ ممبر نے حضور انور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ وہ جلد ایک جماعت کے ہسپتال میں چار ہفتوں کے لیے بغرضِ خدمت بیرونِ ملک کا سفر اختیار کرنے والی ہیں۔ اسی طرح موصوفہ نے عنقریب بطور ڈاکٹر فارغ التحصیل ہونے کے حوالے سے راہنمائی طلب کی۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آپ جس انسٹی ٹیوٹ میں جا رہی ہیں ،وہ ایک جدید ترین ادارہ ہے۔ وہاں قیام کے دوران آپ کو سیکھنا اور تجربہ حاصل کرنا چاہیے۔ البتہ اگر آپ وہاں کسی ایسی چیز کا مشاہدہ کریں، جس میں بہتری لائی جا سکتی ہے، تو اس کے بارے میں اپنی مفید تجاویز و آرا سے ضرور آگاہ کریں۔

ایک شریکِ مجلس نے حضور انور سے دریافت کیا کہ جہنم کا منظر کیسا ہو گا؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے اور کسی پر ناراض ہوتا ہے تو ایک سعید فطرت انسان کے لیے بذاتِ خود یہی ایک قسم کی جہنم ہوتی ہے۔ پس تم اس دنیا میں اچھے کام کرنے کی کوشش کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہمیشہ راضی رہے اور تمہیں جزائے خیر سے نوازے۔

انسان کو اس دنیا میں ہی اپنی جنّت بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔یعنی یہاں جو بھی نیک اعمال بجالائے جائیں گے، وہ جنّت میں لے جائیں گے اور بُرے اعمال جہنم میں لے جائیں گے۔ جہنم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہاں آگ ہوگی۔ بُرے کام کرنے والوں کو ان کے بُرے اعمال کی سزا جہنم میں ملے گی۔

ایک ممبر ناصرات الاحمدیہ نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احمدیت کی سکاٹ لینڈ میں تبلیغ کے حوالے سے ایک رؤیا دیکھی۔ الحمدللہ! کہ جماعت اس حد تک پھیل رہی ہے کہ اب گلاسگو والی مسجد ہماری مختلف تقریبات اور تبلیغی پروگرامز کے لیے چھوٹی پڑ گئی ہے۔ کیا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اس رؤیا کی مزید کوئی اور تعبیر بھی ہے؟

حضور انور نے اس کی بابت ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپ اس وقت تبلیغی مساعی کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر وسعت دینی چاہیے۔اس کا مطلب ہے کہ سکاٹ لینڈ میں اسلام احمدیت کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اگر آپ یہ کام خلوص نیت اور دعاؤں کے ساتھ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد بھی فرمائے گا اور آپ سکاٹ لینڈ میں اسلام کا پیغام بہت تیزی سے پھیلتے ہوئے دیکھیں گے لیکن یہ سب آپ کی اپنی کوشش پر منحصر ہے۔ اگر آپ اس خواب کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو سخت محنت کرنی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ سکاٹ لینڈ میں رہنے والے تمام احمدیوں کو اسلام کے پیغام کو پھیلانے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

ایک میڈیکل کی طالبہ نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ یونیورسٹی میں بہت سے سٹوڈنٹس یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر دنیاوی تعلیم انسان کو اچھے اخلاق سکھاتی ہے اور اگر انسان اپنی دنیاوی زندگی میں مطمئن بھی ہے تو اس دَور میں مذہب کا کوئی مقصد نہیں لگتا تو ہم ایسے لوگوں کو مذہب کی اہمیت کیسے سمجھا سکتے ہیں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ انہوں نے زندگی کا ایک aspect تو پورا کر لیا لیکن دوسرا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں نے انسان کو دو چیزوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کے حق ادا کرو اور دوسرا یہ کہ بندوں کے حق ادا کرو۔ یہ realize کرنے والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں پیدا کیا ہے تو ہم اس کی شکر گزاری کریں۔ انسان آپ ہی آپ تو نہیں پیدا ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے پیدا کرنے سے پہلے جو سارا infrastructure اور سسٹم بنایا، وہ تمہارے لیے اس لیے بنایا تا کہ تم آرام سے رہ سکو۔

دوسرے یہ کہ مذہب ہی ہے جس نے سارے اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے، جس میں اخلاقی تعلیم کے بارے میں کوئی contradiction ہو۔ چاہے وہ یہودی ہیں، عیسائی ہیں، ہندو ہیں یا مسلمان ہیں سب نے لوگوں کے حق ادا کرنے کے بارے میں جو اخلاقی تعلیم دی ہے وہ یہی تعلیم ہے کہ لوگوں کے حق ادا کرو۔ تو جو اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں وہ اپنی پیدائش کا ایک aspect تو پورا کر لیتے ہیں لیکن دوسرا جو بڑا aspect ہے وہ پورا نہیں کرتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار نہیں ہوتے۔

تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے، ایسے لوگ جو میری شکر گزاری نہیں کرتے یا مذہب کو کچھ نہیں سمجھتے، اگر وہ اس پر mock نہیں کرتے اور اس پر استہزا نہیں کرتے تو ٹھیک ہے مَیں ان کو تھوڑی سزا دوں گا مگر اس دنیا میں نہیں دوں گا، لیکن جو خدمتِ خلق یا دنیاوی لوگوں کی خدمت یا اچھے اخلاق کا reward ہے وہ ان کو مل جائے گا۔

ان سے کہنا کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے سے پہلے ہمیں ایک سسٹم بنا دیا۔ ہمارے ماں باپ، بہن بھائی، پڑھنے، لکھنے کے سارے resources مہیا کر دیے۔ یہ چیزیں اس بات کی ڈیمانڈ کرتی ہیں کہ ہم اس کا شکر کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم ایک طرف اللہ کا شکر نہیں ادا کر رہے تو ہم پوری طرح grateful نہیں ہیں لہٰذا آپ کے اخلاق کا جو ایک پہلو ہے وہ تو ختم ہو گیا۔ بندوں کے لیے تو آپ نے کر دیا لیکن اللہ کے لیے نہیں کیا۔

اس لیے ہم احمدی مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے، ایک اس کی عبادت کرنا، اس کا حق ادا کرنا، اس کی شکر گزاری کرنا کہ اس نے ہمیں اتنا کچھ دے دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ دنیا میں لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اور ان کا حق ادا کرنا۔

حضور انور نے یاددہانی کروائی کہ یہ باتیں تو مَیں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہماری دو ذمہ داریاں حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔ یہی چیز خلاصہ ہے، اسی پیرائے میں ان کو بتایا کرو کہ یہی ہم مانتے ہیں۔ ان سے کہو کہ اس میں کیا بُرائی ہے یا اگر اس میں کوئی بُرائی ہے تو بتا دو؟ باقی ہم تمہیں نہیں کہتے کہ تم جہنم میں جاؤ گے۔ یہ تمہارا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ ہمیں یہ نہیں پتا کہ اللہ نے کہاں کس کو ڈالنا ہے۔ جلدی سے بغیر کسی سوچ کے یہ نہ کہا کرو کہ تم یہ نہیں کرتے تو تم جہنم میں جاؤ گے، ہمیں نہیں پتا کہ جہنم میں کون گیا اور کون نہیں گیا۔ کہو کہ ہم یہ سمجھتے ہیں اس لیے ہم تو دونوں پہلوؤں کی شکر گزاری کرتے ہیں۔

بچپن میں پسندیدہ کھیل کے بارے میں دریافت کیے جانے پر حضور انور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور بچپن میں کرکٹ شوق سے کھیلتے تھے۔

اس ملاقات کا آخری کیا جانے والا سوال بھی ایک ناصرہ کا تھا کہ مَیں اپنی کلاس فیلوز کو خدا پر ایمان لانے کے بارے میں کس طرح قائل کر سکتی ہوں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آپ انہیں اپنا ذاتی تجربہ بتا سکتی ہو۔ موصوفہ سے استفہامیہ انداز میں حضور انور نے استفسار فرمایا کہ کیا تم خدا پر ایمان رکھتی ہو، کیا تمہارا خیال ہے کہ خدا نے کبھی تمہاری مدد کی ہے اور تمہاری خواہشات اور تمنائیں پوری کی ہیں؟

حضور انور نے تلقین فرمائی کہ پھر تم انہیں بتا سکتی ہو کہ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اس لیے مَیں اس پر ایمان لاتی ہوں۔ جب مَیں دعا کرتی ہوں تو وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ لیکن تم کسی کو مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانے یا اس پر ایمان لائے۔

اس کے علاوہ تم ہستیٔ باری تعالیٰ کے دس دلائل والی کتاب بھی پڑھو۔ یہ ایک چھوٹا کتابچہ ہے جو تم کو مدد دے گا۔ اسی طرح کتاب ”ہمارا خدا“ بھی پڑھو۔ پھر تمہیں علم ہو گا کہ اس مسئلہ کو

مختلف طریق سے کس طرح حل کرنا ہے۔ مختلف لوگوں کے مختلف نظریے اور سمجھنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ تو اگر تم ان کتابوں کو پڑھو گی تو تمہیں پتا چلے گا کہ کس طرح مختلف مواقع پر اس سوال کا سامنا کرنا ہے۔ ہمیشہ اپنا نمونہ دکھاؤ۔ کہو کہ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہوں اور مَیں نے اس کی ذات کا تجربہ کیا ہے۔

بعد ازاں تمام شرکائے مجلس کو از راہِ شفقت حضور انور کے دستِ مبارک سے قلم کا تبرک حاصل کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

حضور انور نے آخر پر سب شاملین کو السلام علیکم کا تحفہ عطا فرمایا اور اس طرح سے یہ ملاقات بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی۔

(از الفضل انٹرنیشنل 4 جولائی 2024ء)

خدایا مرے مالکِ کُل جہاں

خدایا مِرے مالکِ کُل جہاں
تری کبریائی کروں کیا بیاں

لہو میں ہے گونجے ترا حرفِ کُن
تو آنکھوں سے جاری ہے سیلِ رواں

ترا نام ہے دھڑکنوں میں بسا
تُو آغازِ ہستی، تُو انجامِ جاں

تُو خالق، تُو رازق تُو مالک مِرا
تُو رہبر تُو دلبر مرا رازداں

تُو قادر تُو رحمان و سبحان ہے
تِری ہر عطا میں ہے لطفِ نہاں

نہ تنہا مجھے چھوڑنا تُو کبھی
اے ستّار و غفّار و سلطانِ جاں

گنہ گار ہوں میں خطا کار ہوں
تُو بخشش کا دریا کراں تا کراں

نگاہِ کرم کر دے اِک صاعدہ پر
یہی التجا ہے یہی داستاں

(صاعدہ عروج)

غیر ارضی مخلوق کی تلاش
سائنسی تحقیق اور قرآنی رہنمائی

(از امتہ الحیٔ)

اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں ہمیں کائنات پر غور وفکر کرنے کا متعدد جگہ حکم فرمایاہے۔ کائنات میں موجود مظاہر ومناظر پر غور وفکر کرنے سے دراصل انسان خدا کے ہی قریب ہوتا ہے۔ خلقت پر غور کرنے کے نتیجے میں انسان خالق تک پہنچ جاتا ہے۔ مسلمان سائنس دانوں نے بھی اسی حکم پر عمل کرتے ہوئے تحقیق اور سائنس کے میدان میں قدم رکھا اور ترقی کی منازل طے کیں۔ ان کی تحقیقات کا ثمرہ دورِ جدید کے سائنس دان بخوبی پا رہے ہیں۔ کائنات کے مختلف رازوں میں سے ایک دلچسپ راز غیر زمینی مخلوق کی موجودگی کا ہے۔ یہ دعویٰ ہم ضرور کرسکتے ہیں کہ کائنات میں کروڑوں ستاروں کی موجودگی اس بات پر شاہد ہے کہ ہماری زمین خلقت کی افزائش کے ضمن میں یگانگت کے تخت کی حقدار نہیں ہے۔ حالیہ سائنسی تحقیق اس بات کی طرف نشاندہی کرتی ہے کہ ہماری زمین کے علاوہ کہیں اور بھی مخلوق بسیرا کیے ہوئے ہے، لیکن وہ کہاں ہے؟ اور اب تک انسانوں سے پردے میں کیوں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ابھی سائنس دانوں کے لیے ایک معمّہ ہیں۔ اس ضمن میں وہ کسی پہلو سے اپنے پاس یقین کا جوہر نہیں رکھتے لیکن قارئین کو مطلع کرتے چلیں کہ ہم جو ابھی صرف تحقیق کے میدان میں پہلا قدم رکھے ہوئے ہیں، اس بات کا کامل یقین رکھتے ہیں کہ ضرور زمین کے باہر مخلوق اور انٹیلیجنٹ (intelligent) مخلوق موجود ہے اور انسانیت اور غیر زمینی مخلوق کا ملاپ بہر حال ایک دن ہونا ہے۔ ہمارے اس کامل یقین کا کسی سائنسی ثبوت پر انحصار نہیں ہے اور نہ ہم نے یہ معمّہ سائنسی علوم کا استعمال کرتے ہوئے حل کرنے کی کوشش کی ہے پھر یہ اعتماد اور ایمان کیسا؟ اس ایمان اور یقین کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ کلام اللہ ہے۔ وہ کلام جسے آج ہم پڑھ کر علم ویقین کے جواہر حاصل کرسکتے ہیں۔ وہ جواہر جن کی کھوج میں سائنسدان اپنی زندگی وقف کردیتے ہیں۔ یہ نعمت کتنی عظیم ہے کہ خود خالق نے اپنی مخلوق کے لیے علوم کا خزانہ نازل کیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ(سورہ الطلاق، آیت 13)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی آسمانوں کے عدد کے مطابق پیدا کی ہیں۔(ترجمہ از تفسیر صغیر)

پھر سورۃ الشوریٰ آیت 30 میں فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ۔

اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان جانداروں کی قسم سے اس نے پھیلایا ہے اس کے نشانوں میں سے ہے اور جب وہ چاہے گا ان سب کے جمع کرنے پر قادر ہو گا۔(ترجمہ از تفسیر صغیر)

مندرجہ بالا آیات واضح طور پر غیر زمینی مخلوق کے حقیقی ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور نہ صرف ان کی موجودگی بلکہ ان کا انسانوں سے رابطے کی طرف بھی اشارہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہے گا انسانوں اور اس چھپی ہوئی مخلوق کا ملاپ کروادے گا ان آیات کا مطالعہ کر کے کوئی بھی محوِ حیرت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ چودہ سو سال قبل جب انسان اپنی ہی دنیا سے پورا واقف نہ تھا اسے خالق حقیقی کی طرف سے بیرون دنیا کی خبروں سے آگاہ کیا گیا۔

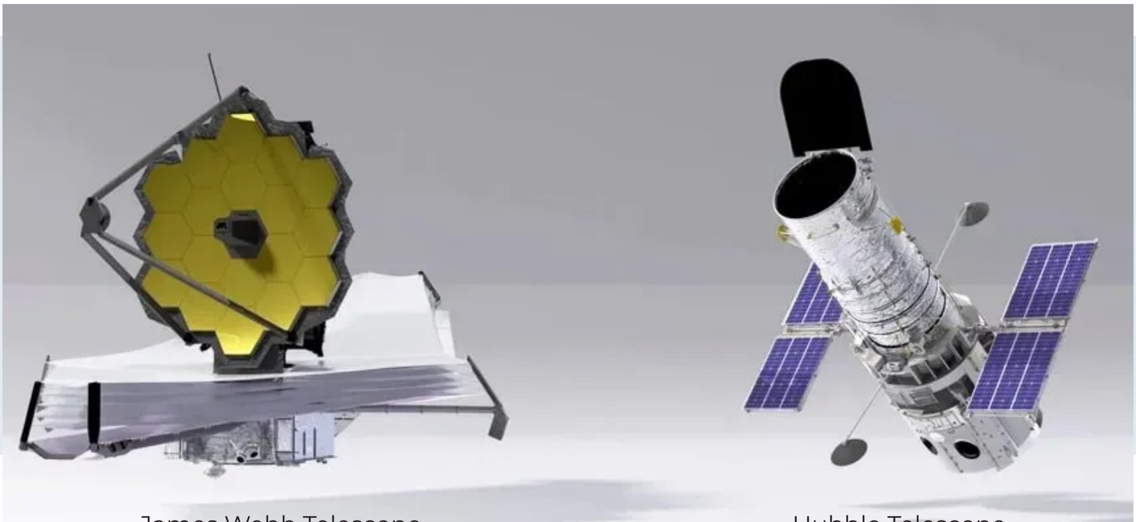

James Webb Telescope

Hubble Telescope

اس ضمن میں سائنسی تحقیقات کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ جیمز ویب اور ہبل سپیس ٹیلیسکوپ (James webb and hubble telescope) جو کہ ناسا (NASA) کی طرف سے خلا میں بھیجی گئی دوربینیں ہیں انہوں نے کئی شواہد ہمیں غیر زمینی مخلوق کی موجودگی کے فراہم کیے ہیں۔ مثلاً حال ہی میں جیمز ویب ٹیلیسکوپ (James webb telescope)نے ایک ایگزوپلینٹ(exoplanet) کی فضا میں بائیو مولیکیولز (biomolecules)یعنی ایسے کیمیائی مادے جو کے جاندار مخلوق کی موجودگی میں ہی بنتے ہیں دریافت کئے ہیں جبکہ ہبل سپیس ٹیلیسکوپ (hubble space telescope)نے 2019 میں اسی ایگزوپلینٹ(exoplanet) کی فضا میں پانی کے ذرّات دریافت کئے تھے۔ مریخ پر موجود

ناسا(NASA)کے روبوٹس مثلاً کیوروسٹی روور (curiosity rover) نے بھی اور گینِک(organic)مادوں کی موجودگی کے شواہد فراہم کئے ہیں اسی طرح خلائی پتھروں اور میٹیورائیڈ(meteoroid)کے سامپلز(samples)پر بھی تحقیق عمل میں آئی جس کے نتیجہ میں بیس میں سے چودہ ضروری امینوایسڈ (amino acid) سیمپل میں دریافت ہوئے۔

غرض یہ سب دریافتیں خلائی مخلوق سے رابطے کو ایک دن ممکن بنانے میں ہماری معاون ثابت ہو رہی ہیں۔ عجب نہیں کہ یہ شواہد کا سلسلہ ہمیں انٹیلیجنٹ مخلوق تک بھی پہنچنے کی راہ بتادے۔

لیکن قارئین کو مطلع کرتے چلیں کہ سائنسدانوں کی یہ سب تحقیقات آخر جس لفظ پر ختم ہوتی ہیں وہ ہے increased chance یعنی کہ زیادہ امکان، کچھ ان میں سے گوستاروں کی بہتات اور گولڈیلاکس زون(goldilocks zone) میں ایگزوپلینٹ(exoplanet) کی موجودگی پر منحصر ہو کر مضبوط پیشگوئی کرتے ہیں لیکن وہیں پر وہ واضح رابطہ کے انتظار کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہیں۔ وہ زمین میں ہونے والی ایوولوشن(evolution) کے عمل کی پیچیدگی کو دیکھ کر انٹیلیجنٹ سیویلائزیشن(intelligent civilization) کی موجودگی کے امکان کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے لیکن ہمارا یقین پختہ ہے کیونکہ ہم یہ خبر ایسی کتاب میں پڑھ چکے ہیں جس میں ہر راز کائنات کا پنہاں ہے۔

اور یہ صرف ایک نمونہ نہیں ہے بلکہ کئی ان گنت ثبوت ایسے موجود ہیں جو قران کی صداقت پر شاہد ہیں۔ کائنات کے ہر راز کی کنجی اس کامل کتاب میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا:

وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ‌ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ۔ (سورۃ الانعام آیت 60)

اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں سوائے اس کے ان (غیبوں) کو کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی پتّہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جان لیتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر (چیز) ہے اور نہ خشک (چیز) جو (اس کی) کھلی (کھلی) حفاظت میں نہ ہو۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

لہٰذا ایک احمدی ریسرچر ہونے کے لحاظ سے یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم نہ صرف اپنی زندگی کے معاملات میں بلکہ تحقیق کے ہر معاملہ میں قران سے رہنمائی حاصل کریں کیونکہ قرآن ہی اصل راہ کامیابی کی بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کائنات پر غور کر کے اپنے خالق سے تعلق مضبوط کرنے اور اپنی پیدائش کے اصل مقصد کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

ذہانت آزمائیے

آئیے ہم قادیان کے مقدس مقامات کے متعلق سیکھتے ہیں

قادیان ہمارے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بستی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جگہ یعنی ' قادیان ' جماعت احمدیہ کے لئے ایک مقدس شہر ہے۔ قادیان میں آپ علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی گزاری اور قادیان میں آپ علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ یہاں قادیان کے سارے مقدس و تاریخی و یادگاری مقامات کا ذکر تو ممکن نہیں۔ چند مقدس مقامات کا ذکر درج ذیل ہے۔

1. مسجد مبارک

مسجد مبارک کا دوسرا نام بیت الذکر بھی ہے۔ حضرت اقدسؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھاری بشارتوں کے ساتھ ایک مسجد کے قیام کی تحریک ہوئی۔ یہ مسجد جو مسجد مبارک کہلاتی ہے آج بھی پوری شان و عظمت کے ساتھ قادیان میں موجود ہے اور عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔ اس مسجد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ترجمہ: یہ مسجد برکت دہندہ ہے (یعنی برکت دینے والی) اور برکت یافتہ (یعنی اسے برکت دی گئی ہے) اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔

2. سرخ چھینٹوں والا کمرہ

مسجد مبارک کے قدیمی حصہ کے مشرقی جانب سیڑھیوں کے ساتھ یہ کمرہ ہے۔ 10 جولائی 1885ء بمطابق 27 رمضان 1302ھ کو اس کمرہ میں سرخی کے چھینٹوں والا نشان ظاہر ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک کشف دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم کو سیاہی میں ڈبو کر آپ کی طرف چھڑکا اور جب آپ نے آنکھ کھولی تو ظاہر میں بھی سرخی کے نشانات پائے۔

3. بیت الدعا

بیت الدعا وہ کمرہ ہے جس کی بنیاد حضور علیہ السلام نے اپنی وفات سے کم و بیش پانچ سال اور اڑھائی ماہ قبل رکھی تھی۔ دالان حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے اس میں داخل ہونے کے لیے لکڑی کی بنی سیڑھی کے چار قدم اوپر چڑھنا پڑتا ہے۔ بیت الدعا میں دعا کرتے وقت اس غرض کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تعمیر کے وقت بیان فرمائی تھی۔

4. مسجد اقصیٰ

مسجد مبارک تعمیر ہونے سے پہلے تو آپؑ اسی مسجد (مسجد اقصیٰ) میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں پہلا جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1891ء کو منعقد ہوا۔ جس میں 75 احباب شریک ہوئے۔

5. منارة المسیح

حضرت محمد ﷺ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے متعلق بہت سے نشانات کا ذکر فرمایا۔ جس میں سے ایک نشان مشرق کی طرف دمشق کے پاس ایک سفید منارة پر اتریں گے۔ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کے صحن میں ایک مینار تعمیر کروانا شروع کروایا جسے ہم منارة المسیح کہتے ہیں۔ 13 مارچ 1903ء بروز جمعہ مسجد اقصیٰ کے صحن میں منارة المسیح کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور یہ مینار جنوری 1916 میں مکمل ہوا۔ یہ پیشگوئی اس طرح مکمل ہوگئی کیونکہ قادیان دمشق کے مشرق میں ہے۔

6. بہشتی مقبرہ

قادیان کے مقدس مقامات میں سے اہم ترین مقام بہشتی مقبرہ ہے۔ جہاں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا مزار مبارک ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے جس کی مٹی حضورؑ کو کشف میں چاندی کی دکھائی گئی تھی اور جس کا ذکر حضورؑ نے رسالہ الوصیت میں فرمایا ہے۔ یہی وہ بہشتی مقبرہ ہے جہاں آپ کے اُن ساتھیوں کی قبریں ہیں جنہوں نے احمدیت کے شجر کی آبیاری اپنے خون سے کی۔ یہی وہ بہشتی مقبرہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو یہ خوشخبری دی تھی کہ یہ اُن برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔ یہی وہ بہشتی مقبرہ ہے جہاں قدرتِ ثانیہ کا ظہور ہوا۔

7. دالان حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بیت الدعا کے ساتھ والا مشرقی دالان بھی بہت تاریخی اور مقدس ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی عمر کا آخری زمانہ گزارا اور حضرت اماں جانؓ بعد میں یہیں رہیں۔ یہاں بہت سے الہامات ہوئے۔ بلکہ حضرت اماں جانؓ اسے بیت الفکر میں شامل کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی اسے بیت الفکر کا حصہ شمار فرماتے تھے۔ (ضمیمہ اصحاب احمدؑ جلد اول صفحہ 21) یہ کمرہ بھی دعاؤں اور نوافل کے لئے کھلا رہتا ہے۔

(ماخوذ از کتاب 'قادیان اور اس کے تاریخی مقامات')

درج ذیل مقامات کو اس کے نام سے ملائیں

- منارۃ المسیح
- مسجد اقصیٰ
- دالان حضرت امّاں جان
- بیت الدعا
- مسجد مبارک
- بہشتی مقبرہ
- سرخ چھینٹوں والا کمرا

سارہ قادیان میں ہے اسے منارۃ المسیح تک پہنچنے کے لئے راستہ بتائیں

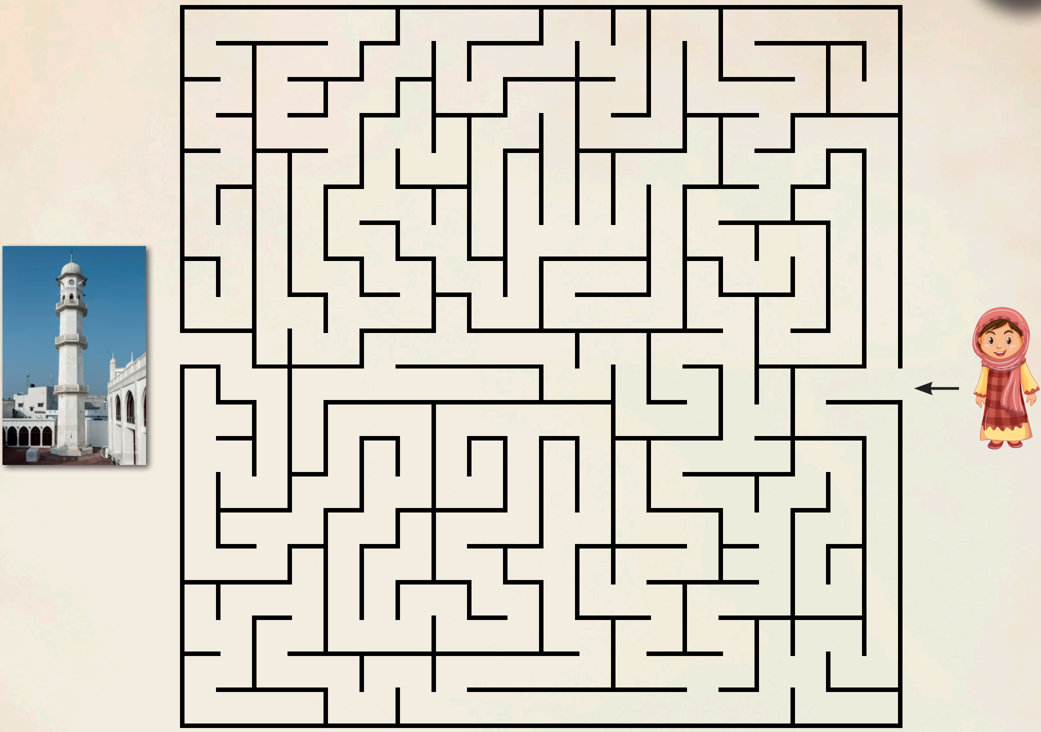

ان دو تصاویر میں پانچ فرق تلاش کریں

لنگر خانہ کا اجراء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دستر خوان سے

(سدرہ خان، آسٹریا)

لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک قدیم منظر

تعارف

حضرت مسیح موعودؑ کا لنگر خانہ اسلام کی تعلیم ”خدمتِ خلق“ کی روشن مثال ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے، آپؑ نے مہمان نوازی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا۔

حضرت اماں جانؓ کا دستر خوان

حضرت اماں جانؓ (سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ) نہایت صابر، نیک اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ قادیان میں جب مہمانوں کی آمد بڑھی، تو گھر کے محدود وسائل کے باوجود آپؓ نے ہمیشہ مہمانوں کو ترجیح دی۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ گھر کے افراد کم کھانے پر گزارا کرتے مگر مہمانوں کو عزت و احترام سے کھانا پیش کیا جاتا۔

(ماخوذ از کتاب "سیرت حضرت اماں جانؓ" از حضرت مرزا بشیر احمدؓ، صفحہ 45–50)

اسی طرح آپؓ نے جب جلسہ سالانہ کا اجراء فرمایا تو آپؓ نے کھانے کا انتظام اپنے گھر سے ہی شروع کروایا۔

حضرت اماں جانؓ کی قربانیاں

حضرت اماں جانؓ اپنی راحت و آرام کو مہمانوں کے لیے قربان کر دیتی تھیں۔ آپؓ باورچی خانے کے کاموں میں ذاتی طور پر دلچسپی لیتیں، خواتین کے ساتھ مل کر خدمت میں حصہ لیتیں اور مہمانوں کے لیے گھریلو ماحول میں محبت بھرا احساس پیدا کرتیں۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ، صفحہ 55–57)

لنگر خانہ کا باقاعدہ آغاز اور اس کی اہمیت

جب مہمانوں کی تعداد بڑھنے لگی تو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مستقل نظام قائم فرمایا جسے "لنگر خانہ" کہا گیا۔ یہاں عام طور پر سادہ کھانے (دال، سبزی، روٹی) پیش کیے جاتے تھے۔ ہر مہمان کو یکساں عزت دی جاتی، چاہے وہ کسی قوم یا طبقے سے ہو۔ لنگر خانہ اور مہمان خانہ حضرت اقدسؑ نے براہِ راست اپنے ماتحت ہی رکھا تھا تا مہمان نوازی میں کسی قسم کی کمی نہ رہے اور مہمانوں کا بھی براہ راست آپ کے ساتھ تعلق ہو۔ یہ صرف ایک کھانا کھلانے کا نظام نہیں تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ انسانیت اور محبت تھی جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھی اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ علیہ السلام کا مددگار تھا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ تاریخ احمدیت میں تحریر ہے جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ جلسہ سالانہ پر آئے مہمان واقعی میں اللہ تعالیٰ کی خاطر آئے مہمان ہیں۔ تحریر ہے کہ

”یعقوب علی صاحب، حکیم فضل الدین صاحب، مفتی فضل الرحمن صاحب، قاضی امیر حسین صاحب نیز مدرسہ کے دوسرے اساتذہ اور طلباء نے بطور والنٹیرز مہمانوں کے کھانا کھلانے میں بہت محنت سے کام کیا۔ لیکن مہمانوں کی آمد اندازے سے بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک دن بعض مہمانوں کو ناگزیر وجوہ کی بناء پر بہت دیر سے کھانا ملا۔ اور بعض مہمان تو بغیر کھانا کھائے بھوکے ہی اپنے اپنے کمروں میں جاکر سو گئے۔ نہ تو انہوں نے شکایت کی نہ کسی سے ذکر کہ کوئی ان سے ہمدردی کرتا۔ مگر جب انہوں نے صبر کیا اور کسی سے ذکر تک نہ کیا تو خود رب العرش نے جس کے وہ مہمان تھے اپنے فرستادہ نمائندہ کو الہام کیا ''اطعموا الجائع والمعتر'' بھوکے اور مضطر کو کھانا کھلاؤ۔ صبح سویرے حضور نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بعض مہمان رات بھر بھوکے رہے۔ اس وقت حضور نے لنگر کے منتظمین کو بلایا اور بہت تاکید فرمائی کہ مہمانوں کی ہر طرح سے خاطر تواضع کی جائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔“ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ نمبر 512-513)

ڈاکٹر پینل کا واقعہ

بنوں کے ایک میڈیکل مشنری ڈاکٹر پینل تھے۔ یہ شخص بڑا دولت مند اور آنزیری طور پر کام کرتا تھا۔ بنوں اور اس کے نواح میں اس نے اپنا دجل پھیلایا۔ ایک مرتبہ وہ ہندوستان کے سفر پر بائیسکل پر نکلا اور اس نے اپنے ساتھ کچھ نہیں لیا تھا۔ ایک مسلمان لڑکا بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ قادیان میں آیا اور یہاں ٹھہرا۔ حضرت اقدس نے باجود یہ کہ وہ عیسائی اور سلسلہ کا دشمن تھا۔ اس کی خاطر تواضع اور مہمان داری کے لئے متعلقین لنگر خانہ اور دوسرے احباب کو خاص طور پر تاکید فرمائی اور ہر طرح اس کی خاطر و مدارات ہوئی۔ اس نے اپنے اخبار تحفہ سرحد بنوں میں غالباً اس کا ذکر بھی کیا تھا۔ اور آپ کا یہ طریق تھا کہ آپ مہمانوں کے آنے پر لنگر خانہ والوں کو خاص تاکید فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ 25 دسمبر 1903 کو جب کہ بہت سے مہمان بیرونجات سے آ گئے تھے میاں نجم الدین صاحب مہتمم لنگر خانہ کو بلا کر فرمایا کہ:

دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔ سردی کا موسم ہے چائے پلاؤ اور تکلیف کسی کو نہ ہو۔ تم پر میرا حسنِ ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کر دو۔

(اخبار البدر مورخہ 18 جنوری 1904 صفحہ 13 کالم نمبر 1)

اور یہ ایک مرتبہ نہیں ہمیشہ ایسی تاکید کرتے رہتے۔ بعض وقت یہ بھی فرماتے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی ہے۔ اگر تم نے غفلت کی تو اب خدا کے حضور تم جواب دہ ہو گے۔

ایسا ہی ایک مرتبہ 22 اکتوبر 1904ء کو فرمایا:

”لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مد نظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اسے خیال نہ رہتا ہو اس لئے کوئی دوسرا شخص یاد دلا دیا کرے۔ کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دستکش نہ ہونا چاہیے کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو ہمارا یہ حق ہے کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو مد نظر رکھیں۔ بعض وقت کسی کو بیت الخلا کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔ میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں اس لئے معذور ہوں۔ مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائم مقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں۔“

(اخبار الحکم مورخہ 24 نومبر 1904 صفحہ 1، کالم 3 و صفحہ 3، کالم نمبر 1)

(بحوالہ: سیرت حضرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانیؓ، صفحات 153–156)

روحانیت کا پہلو

لنگر خانہ صرف کھانے کی جگہ نہ تھی بلکہ روحانی تربیت کا مرکز بھی تھا۔ یہاں مہمان صرف پیٹ کی بھوک نہیں مٹاتے تھے بلکہ محبت، اخوت اور روحانیت سے بھرپور ماحول میں دل کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔

(حیاتِ طیبہ، صفحہ 108–110)

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ ”مہمان نوازی عبادت کا حصہ ہے اور مہمان کو خوش رکھنا ایمان کی علامت ہے۔“ آپؑ خود لنگر خانہ کے انتظامات کی نگرانی فرمایا کرتے تھے تاکہ کوئی مہمان تکلیف محسوس نہ کرے۔

(ماخوذ از کتاب ”تاریخ احمدیت“ جلد 1، از پروفیسر دوست محمد شاہد صاحبؒ، صفحہ 320–322)

لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک جدید منظر

آج بھی دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کے مراکز میں وہی نظام جاری ہے۔ جلسہ سالانہ پر ہزاروں مہمان روزانہ تین وقت کا کھانا پاتے ہیں اور ہر شخص یقین رکھتا ہے کہ لنگر خانہ میں ہمیشہ کھانا موجود ہو گا۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کا قائم کردہ لنگر خانہ دراصل اسلام کی روح، محبت، مساوات اور خدمتِ خلق کی عملی تصویر ہے۔ آپؑ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ عبادت صرف نماز یا روزہ نہیں بلکہ مخلوقِ خدا کی خدمت بھی عبادت ہے۔

نئے سال سے فائدہ اٹھاؤ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 2 جنوری 1931ء میں فرماتے ہیں:

”۔۔ آج میں اختصار کے ساتھ احباب کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک نیا سال عطا کیا ہے اور موقع دیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ نئی جماعت کے قائم کرنے کا منشاء ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلی سے بڑھ جائے جب کسی طالب علم کو آٹھویں جماعت میں ترقی دی جاتی ہے تو غرض اس سے یہی ہوتی ہے کہ وہ ساتویں سے بڑھ جائے اور دسویں والا نویں سے بڑھ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اپنے سامان اور مخفی سامانوں کے مطابق 1930 سے 1931 بڑھا ہوا ہونا چاہئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض طالب علم ساتویں جماعت میں ہو کر بھی چھٹی والوں سے کمزور ہوتے ہیں مگر یہ ان کی اپنی سستی اور غفلت ہوتی ہے سکول بنانے والے اور اس کے منتظمین میں انتظام کرتے ہیں کہ اگلی جماعت والا پچھلی جماعت کے لڑکے سے بڑھ کر ہو۔ پس یہ نیا سال پچھلے سال سے اپنی استعدادوں کے لحاظ سے بڑھ کر ہے ہم خواہ فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ ہاں ہم چاہیں تو اس سال میں وہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں جو پچھلے سال نہیں کر سکے اور چاہیں تو پچھلی بھی ضائع کر دیں کیونکہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب بھلا دیتے ہیں پھر بعض عمریں

بھی ایسی ہوتی ہیں کہ جن میں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ ان فیوض سے پوری طرح نفع حاصل کرے رے؟ جو اس نئے سال سے وابستہ ہیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِيۡ شَاۡنٍ (سورة الرحمٰن:30) اس یوم سے مراد دورِ نبوت ہی نہیں کیونکہ نبوت کا دور تکمیل کا دور ہوتا ہے۔ اس سے چھوٹے ایام بھی ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک سال بھی ہے۔ ہر سال خدا تعالیٰ کا سلوک بندوں سے جداگانہ ہوتا ہے اور اس کی بعض نئی صفات ظاہر ہوتی ہیں گو وہ اپنی شان میں ایسی اعلیٰ وارفع نہ ہوں جتنی انبیاء کے دور میں ہوتی ہیں مگر بہر حال تجدید اور زیادتی ضرور ہوتی ہے اور زیادتی چاہے ایک پیسہ کی ہو وہ زیادتی ہی ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا مل کر بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے

قطـــرہ قطـــرہ مے شود دریا

معمولی معمولی منافع لینے والے تاجر بڑی دولت پیدا کر لیتے ہیں بلکہ جتنی زیادہ کسی کی تجارت وسیع ہو اتنا ہی وہ کم منافع لیتا ہے اس کے ہاتھ سے اربوں روپیہ کا مال نکلتا ہے اس لئے وہ نہایت معمولی منافع سے ہی کروڑوں روپیہ کما لیتا ہے

پس اگر تھوڑی سی زیادتی بھی کسی سال میں پیدا ہو تو وہ بھی مفید ہوتی ہے اور اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ کی ہر صفت بلکہ ہر صفت کا ہر ظہور انسان کے لئے مفید اور ضروری ہے۔ پس اس نئے سال میں اللہ تعالیٰ کی جس قسم کی صفات بھی ظاہر ہوں اور ان کا جو بھی ظہور ہو اور جتنی بھی اس کی مقدار ہو وہ پہلے ہمارے پاس نہیں اور ضرورت ہے بلکہ فرض ہے کہ کوشش کر کے ہم اسے حاصل کریں۔ شاید اس سال کی زیادتی ہمارے وزن کو زیادہ کر دے اور ہم فَهُوَ فِيۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ (سورة القارعة:8) کے مصداق گروہ میں داخل ہو جائیں۔ اور شاید اسی کمی کی وجہ سے ہم هَاوِيَةٌ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُمُّهٗ ہَاوِيَةٌ ؕ(سورة القارعة:10,9) کے مصداق لوگوں میں شامل ہو جائیں۔ تھوڑی کمی کو پورا کرنے کے لئے بھی کوشش کی ضرورت ہے خواہ وہ تھوڑی ہی ہو اور عین ممکن ہے کہ اس خیال سے کہ یہ سال کیا نئی چیز لایا ہو گا ہم وہ خفیف سی کوشش نہ کر سکیں اور نجات سے محروم رہ جائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو تھوڑے اوزان اس سال حاصل کر لیں ان سے نہ صرف پچھلی غلطیوں کی تلافی ہو جائے بلکہ نئے سال کے ظہور کا بھی فائدہ حاصل کیا جاسکے اور صرف نجات ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو جائیں۔“

(از خطبات محمود، سال 1931 صفحہ نمبر 4,3)

پتّھر کا سُوپ

کہتے ہیں کہ آئر لینڈ میں کسی زمانے میں ایک بوڑھا رہتا تھا۔ وہ تھا بڑا عقل مند وہ ایک بار دور دراز کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا۔ اب تو وہ بھوکا رہنے پر مجبور تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کرے اور بھوک تھی کہ برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ ادھر بارش شروع ہوئی تو رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ اس کے تمام کپڑے پانی سے تر ہو گئے۔ رات ہو گئی تھی اور ابھی تو اسے بہت دور جانا تھا۔ کچھ دور اسے ایک روشنی دکھائی دی۔ ”ارے یہاں تو کوئی رہتا ہے۔“ اس نے غور سے دیکھا اور ذرا قریب گیا تو پتا چلا کہ یہ تو شاندار مکان ہے۔ وہ ہمت کر کے مکان کے قریب چلا گیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا۔ یہ رسوئی گھر تھا۔

باورچی نے کہا: ”تم کو مجھ سے کیا کام ہے؟“

بوڑھے نے کہا: ”میں بہت بھوکا ہوں۔ مجھے کچھ کھلاؤ۔“

باورچی نے کہا: ”مجھے ابھی بہت کام ہے۔ ابھی مجھے مرغ کا گوشت پکانا ہے۔ مالک کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

بوڑھے نے خوشامد کرتے ہوئے کہا: ”اچھا تو مجھے اپنے کپڑے سکھا لینے دو۔ دیکھتے نہیں مارے سردی کے تھر تھر کانپ رہا ہوں، اور بہت تھک گیا ہوں۔ ذرا میرے اوپر رحم کر کے مجھے اتنی اجازت دے دو کہ میں تمہارے چولہے کے سامنے بیٹھ جاؤں۔ بس میں تھوڑی دیر بیٹھوں گا۔“

"اچھا تو تم چولہے کے پاس بیٹھ جاؤ، لیکن میرا وقت خراب مت کرو۔ چپ چاپ بیٹھو۔“ وہ بوڑھا شکریہ کہہ کر آگ کے پاس بیٹھ گیا۔

آگ تیز تو تھی ہی، اس کے کپڑے سوکھ گئے اور اس کے بدن میں گرمی آئی۔ اب اس کی بھوک اور بڑھ گئی۔ آخر اس نے اپنے دماغ پر زور ڈالا اور اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے باورچی سے کہا۔ تم جانتے ہو میں بہت اچھا باورچی ہوں۔ میں بہت اچھا سُوپ (شوربہ) تیار کر سکتا ہوں اور اس میں خرچ بھی کم ہوتا ہے۔ اسے پتّھر سے تیار کرتے ہیں۔

”پتّھر کا سوپ؟ میں نے تو ایسے سُوپ کا نام بھی نہیں سنا، تم کیسے بناتے ہو؟“

"اس میں کیا مشکل ہے ؟ میں ابھی تم کو دکھاتا ہوں۔ لاؤ مجھے ایک ہانڈی دو اور تھوڑا سا پانی۔ میں پکا کر تم کو سکھا دیتا ہوں۔ پھر تم بھی پکاتے رہنا۔" باورچی نے اسے ہانڈی اور پانی دے دیا۔ بوڑھے نے ہانڈی میں تھوڑا پانی بھر کر آگ پر رکھ دیا، پھر اس نے ایک صاف ستھرا پتّھر جیب سے نکالا اور اچھی طرح دھو کر ہانڈی میں ڈال دیا۔ جب پانی کچھ گرم ہو گیا تو اس نے ذرا سا پانی لے کر چکھا، اور بولا بڑا مزے دار سُوپ ہے بس ذرا نمک پڑے گا تم جانتے ہو کہ نمک تو ہر کھانے میں ہونا ضروری ہے۔ باورچی نمک لینے گیا۔ سامنے میز پہ کچھ سبزی ترکاری رکھی تھی۔ بوڑھے نے بڑھ کر کچھ ترکاری بھی ڈال دی۔ اتنے میں باورچی نے نمک لا کر دیا۔ بوڑھے نے ہانڈی کو دیکھا۔ "بڑا اچھا سوپ تیار ہونے والا ہے۔ بس ذرا سا پیاز، لہسن اور پڑے گا۔"

باورچی نے کہا: تم اسے دیکھتے رہو، کہیں زیادہ نہ پک جائے میں ابھی پیاز اور لہسن لا کر دیتا ہوں اور ذرا سی دیر میں باورچی نے اسے کچھ پیاز لہسن اور مرچ لا کر دیے۔ بوڑھے نے پیاز لہسن اور مرچ کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیئے۔ اب ہانڈی میں سے بڑی اچھی خوشبو آئی۔ "کتنا اچھا سُوپ تیار ہوا ہے۔ بس اسے ذرا سا ہِلانے کی ضرورت ہے۔"

باورچی نے کہا: "تم فکر مت کرو، میں تم کو ایک بڑا چمچہ لا کر دیتا ہوں"۔ بوڑھے نے کہا: "نہیں اس کی ضرورت نہیں، پتّھر کے سُوپ کی ہانڈی چمچ سے نہیں ہلائی جاتی۔ یہ سامنے جو گوشت رکھا ہے اگر تم کہو تو میں اس میں جو بڑی ہڈی پڑی ہے اس سے اپنی ہانڈی ہِلا لوں؟"

باورچی نے کہا: "ضرور ضرور"۔ اس نے ایک بڑی سی ہڈّی اٹھالی۔ جس کے سرے پر کافی گوشت لگا ہوا تھا، اور اس سے ہانڈی کو ہِلانا شروع کر دیا۔ وہ ہانڈی ہِلاتا جاتا تھا اور باورچی سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ باورچی بھی بڑے غور سے ہانڈی کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ سُوپ اچھا ہوا تو میں اس ترکیب سے پتّھر کا سُوپ پکا کر لوگوں کو دکھاؤں گا اور حیرت میں ڈال دوں گا اور لوگ میرا سُوپ پینے کے لیے دور دور کے ملکوں سے آیا کریں گے۔

بوڑھے نے کہا: سُوپ تو اچھا ہے۔ البتہ ذرا پتلا ہے اس لیے اگر تمہارے پاس کچھ آٹا ہو تو مجھے دے دو اس کو ڈال کر سوپ کو گاڑھا کر دوں۔ باورچی نے اسے تھوڑا سا آٹا دے دیا۔ اس نے یہ آٹا بھی ہانڈی میں ڈال دیا اور ہڈّی سے چلاتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد چکھ کر بولا: ''بھائی ذرا سی کسر ہے ورنہ مجھے یقین ہے کہ تم نے ایسا سُوپ کبھی چکھا بھی نہ ہو گا۔'' باورچی نے کہا: ''نہیں بھائی میں کہاں چکھتا اور مجھے تو حیرت ہے کہ پتّھر کا سُوپ بھی تیار ہو سکتا ہے۔ مگر اب کیا کسر رہ گئی ہے ؟'' بوڑھے نے کہا۔ ''اگر اس وقت کہیں ذرا سا مکھن اور بوند بھر دودھ ہو تا تو ہم یہ پتّھر کا سُوپ بادشاہ کو بھی پیش کر سکتے تھے۔''

باورچی نے کہا ذرا ٹھہرو۔ میرے پاس مکھن اور دودھ دونوں ہیں۔ ذرا سی دیر میں اس نے مکھن اور دودھ لا کر دے دیا۔ بوڑھے نے اسے بھی ہانڈی میں ڈال دیا۔ اور خوب اچھی طرح پھینٹنے لگا۔ ہانڈی میں سے اب اور اچھی خوشبو اُٹھنے لگی۔ بوڑھے نے کہا اتنا شاندار سُوپ تیار ہو رہا ہے۔ تم کہو تو یہ مُرغی کا گوشت بھی اس میں ڈال دوں تا کہ کوئی کمی نہ رہ جائے، اس پتّھر کے سُوپ میں ؟

باورچی تو غور سے ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اسے تو دنیا کی اور کسی چیز کا خیال نہ تھا۔ بوڑھے نے اُسے اپنی باتوں میں ایسا لگایا کہ اس نے کہا ''ضرور ضرور۔''

اب بوڑھے نے مُرغی کا سارا گوشت ہانڈی میں ڈال دیا۔ اور باورچی سے بولا۔ ''بس اب ذرا سے صبر کی ضرورت ہے۔ تم دیکھنا کتنے مزے کی ہانڈی تیار ہوتی ہے۔ اب تو تمام رسوئی گھر میں ہانڈی کی خوشبو پھیل رہی ہے۔''

بوڑھے کے ساتھ باورچی کی بھوک بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ ذرا سی دیر کے بعد ہانڈی تیار ہوئی۔ اور بوڑھے نے چکھ کر کہا ''لو دیکھو! کتنے مزے کا سُوپ تیار ہوا ہے۔''

باورچی نے کہا۔ ''اور وہ بھی پتّھر کا۔''

بوڑھے نے کہا: ''یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ میں تم کو کمال تو اب دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ہانڈی میں سے پتّھر نکال لیا۔ اور دھو کر کہا۔ دیکھو یہ پتّھر ابھی جوں کا توں موجود ہے۔''

باورچی یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا۔ اس کے بعد دونوں نے آدھا آدھا سُوپ پِیا۔ باورچی کو خوب مزا آ گیا۔ اس نے کہا ''میں نے ایسا سُوپ اپنی زندگی میں کبھی نہیں پیا تھا۔ بوڑھے نے بھی خوب ڈٹ کر سوپ پیا۔ اب بارش رک گئی۔ بوڑھے نے باورچی سے جانے کی اجازت مانگی۔ باورچی نے کہا یہ میرے پاس ایک پونڈ ہے۔ تم مجھے یہ پتّھر دے دو۔ میں عمر بھر تمہارا احسان مانوں گا۔

بوڑھے نے وہ پتّھر باورچی کو دے دیا اور پونڈ جیب میں ڈال کر چلتا بنا اور سوچنے لگا کہ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ عقل بڑی ہوتی ہے نہ کہ بھینس۔

جب ذرا باہر نکل گیا تو باورچی کو آواز دے کر بولا۔ ''کیوں بھائی ہانڈی پکانے کی ترکیب تو آ گئی ؟''

''ہاں۔ اور کیا۔ اب تو میں خود پکا سکتا ہوں تم فکر مت کرو۔ تمہارا بہت بہت شکریہ! کتنا مزے کا ہوتا ہے پتّھر کا سُوپ۔''

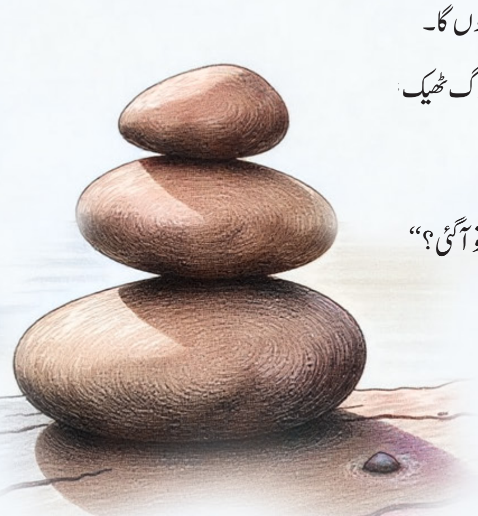

مہمان نوازی

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

”ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت ام المومنینؓ حیران ہو رہی تھیں۔ کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے۔ اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سُنایا۔ چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے، اس واسطے میں نے اس سارے قصہ کو سُنا۔

فرمایا: دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اُسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرندے کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے۔ اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں۔ ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تا کہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا۔ اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کو تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سیکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اُسے کچھ کھانے کو بھی دیں۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔“

(ذکرِ حبیب، صفحہ 67-68)

نیا سال، بہتر مَیں!

(الطبرانی المعجم الاوسط)

ڈیزائن از: وردہ برہان